میلادِ شریف

اور بعض روایات

ابوالکلام آزاد کی ایک
زہریلی تحریر کا تعاقب



مصنف

حضور مفکر اسلام قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

پیکر غیرت وحمیت صاحبزادہ

پیر محمد عطاء الحق نقشبندی صاحب

زیب سجادہ حضور مفکر اسلام سرپرست اعلیٰ شیرانِ اسلام پاکستان

ادارہ الحقیقہ

نذرِ انتساب

☆

شیخ المشائخ، بحر الحقائق، بقیۃ السلف،
حجۃ الخلف، عارف ربانی، عالم حقانی

پیر سید عابد حسین شاہ نقشہ نقش لاثانی

تاجدار علی پور شریف

کے حضور

جن کی ایک نظر کرم کے ہم سب محتاج ہیں۔

بفیضانِ نظر

غوث صمدانی ، حضور پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی

نام کتاب : میلاد شریف اور بعض بدروایات

نام مصنف : پروفیسر محمد حسین آسی

نقش اول : غلام مصطفےٰ مجددی ایم۔اے

کمپوزنگ : انٹرنیشنل کمپیوٹر کالج ریلوے روڈ شکر گڑھ

صفحات : 128

اشاعت : یکم اکتوبر ۱۹۹۸ء

ہدیہ : 40 روپے

ناشر : مکتبہ نقش لاثانی

ملنے کا پتہ

* مکتبہ نقش لاثانی عقب جناح اسٹیڈیم سیالکوٹ
* لاثانی بک سنٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ
* ادارہ تعلیمات مجددیہ ارشد لائبریری شکر گڑھ

نقش اول

بسم اللہ و الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیرِ خلق اللہ

☆

اُمت مسلمہ کی صدیوں پہ محیط اور عارضِ خورشید سے زیادہ روشن تاریخ میں ایسے مواقع خال خال ہی دکھائی دیتے ہیں کہ آپس کے بعض بنیادی و فروعی اختلافات کے باوجود کسی نے حضور جانِ رحمت، جامع کمالات ﷺ کی ذات و صفات، کے فضائل و محاسن کے بارے میں اختلاف کیا ہو، یہ عجیب ہے کہ خالقِ حقیقی کی ذات و صفات کے متعلق تو ہنگامہ خیز مباحث دیکھنے میں آتے ہیں، ذاتِ باری تعینات، صفاتِ باری کے عین و غیر ہونے پر، کلامِ باری کے مخلوق و غیر مخلوق ماننے پر فکر و نظر کے کیا کیا معرکے گرم نہیں ہوئے۔ مگر حضور محبوب دو عالم ﷺ کی ذات و صفات پہ آکر جیسے بڑے بڑے مناظروں کی زبانیں بند ہو جاتی تھیں جیساکہ شیخ محقق علیہ الرحمہ نے حضور کی حیاتِ برزخی اور شانِ حاضر و ناظر کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ ان عقائد پر اُمت کا کوئی اختلاف کسی دور میں بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ گویا سب عشق رسول کی اہمیت و ضرورت کو جانتے تھے، سب حسن رسول کے جلوؤں کو بے مثال تصور کرتے تھے، سب حکم

رسول کے تکوینی و تشریعی گوشوں سے آشنا تھے۔ یعنی حضور کی ذات و صفات کی عظمت و شان کو تسلیم کرنا سب کا متفقہ اُصول تھا اور اسی کی تبلیغ کتابِ و سنت نے فرمائی تھی، اسی کا درس صحابہ و تابعین کی جماعت قدسی نے دیا تھا۔ بقول اقبال

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم

زیں سبب یک باد گر پیوستہ ایم

اس کا عظیم سبب یہ ہے کہ جب قوم حضور ﷺ کی ذاتِ صفات پر متحد ہو گی۔ تو دیگر بنیادی و فروعی اختلافات کے خاتمے کے ہزاروں راستے نکل آئیں گے۔ اس ذاتِ واحد پہ متفق ہونے والے قال رسول اللہ کے الفاظ کے سامنے سرِ نیاز خم کر دیں گے۔ ان کے فکر و نظر کی گردن جھک جائے گی، بغاوت پہ مائل قدم رک جائیں گے۔ لیکن اس کے بر عکس معاذ اللہ اگر اس جانِ اتفاق اور روح اتحاد کو اختلافات کا نشانہ بنالیا جائے تو فرمایئے کہ کتنے ہولناک نتائج و عواقب کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

حضرت اقبال نے" اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی " کے حرف انتباہ سے ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اسلامی ممالک پر اقوام مغرب نے اپنا قبضہ جمانے کے بعد سب سے پہلا کام یہی سر انجام دیا کہ اُمت مسلمہ کو جمال مصطفےٰ سے بیگانہ کر دیا۔ انہوں نے کلمہ گو منافقوں کے ایسے گروہ تیار کئیے۔ جن کے علم و فکر کا دار و مدار حضور سرور کائنات ﷺ کی عظمت و شان کی تردید و توہین پر تھا۔ جن کی تحقیق و تدقیق کی تان حضور فخرِ موجودات ﷺ کے فضائل و کمالات کے انکار پر ٹوٹتی تھی، اس کے ہولناک نتائج و عواقب ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔

شیخ نجدی، شہید بریلی اور قتیل دہلی اقوام مغرب کے تراشیدہ بت تھے جن کے چرنوں میں جمع ہونے والے "ہزاروں توحیدی" اُمت مسلمہ کو دین کی غیرت و حمیت اور سرور دین کی عظمت ورفعت کے خلاف اکسا رہے ہیں۔ حضور اصل ایمان ﷺ کے میلاد مبارک کے معجزات ہوں یا دیگر کمالات ہوں ان کے نزدیک ضعیف بلکہ موضوع روایات پر مبنی ہیں۔ پھر اُن کو ساقط الاعتبار ثابت کرنے کے لئے بڑے سے بڑے محدث کی پرواہ نہیں کرتے، عظیم سے عظیم اصول حدیث کو نہیں دیکھتے۔ ہاں ہاں جنھیں اس سرور رسالت ، محور نبوت ﷺ کی شرم نہیں جن کا کلمہ پڑھتے ہیں تو کسی محدث اور کسی اصول حدیث سے اُنہیں کیا واسطہ۔

زیر نظر کتاب "میلاد اور بعض روایات" میں بھی دراصل ان راہ ماروں کے ایک شریکِ سفر کا کامیاب تعاقب کیا گیا ہے۔ جعفر و صادق کے اس حلیف کو کون نہیں جانتا۔ جس نے اپنی متاعِ دین و دانش کو گاندھی جیسے کافر ادا کے غمزہ خوں ریز پر قربان کر دیا تھا۔ جس نے قوم وملت کی وفاداری کی بجائے غداری میں اپنی دُنیا آباد کر لی تھی۔ جو نام کا ابوالکلام تھا مگر حقیقت میں کالانعام تھا۔ اس کے والد گرامی حضرت مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان اور گستاخان رسول کے بارے میں نہایت سخت تھے۔ مگر وہ اپنے تخلص آزاد کے مطابق واقعی آزاد تھا۔ اور والد مرحوم کے فیضانِ خیر سے قطعی محروم تھا۔
چنانچہ اُس نے اسلام کی دیگر تعلیمات کی طرح حضور پیغمبر اسلام ﷺ کے میلاد مبارک کی بعض روایات کو بھی اپنے منہ زور قلم کا نشانہ بنایا اور اپنی ژولیدہ فکری،

کج فہمی، ناعاقبت اندیشی اور جہالت فروشی کی بدولت موضوع قرار دیا کاش وہ اصول حدیث کو جانتا، یا جان کر اُن سے بے اعتنائی نہ برتتا تو دیکھتا کہ اُمت کے حدیث شناسوں نے نبی اکرم رسول اعظم ﷺ کے فضائل و کمالات کو قبول کرنے کے لئے کس حد تک اہتمام کیا ہے۔

حضور ﷺ کے میلاد مبارک کی روایات حضور کے ظہور نور کے اکرام واجلال پہ شاہد عادل ہیں۔ اور ان روایات کو ہر دور کے جید محدثین اور متقدر مفکرین نے اپنی کتب مولود میں درج کیا ہے۔ لہذا یہ اس قدر قابل قدر ہیں کہ اپنی صحت و حقانیت کے لئے اسناد کی بھی محتاج نہیں۔

روایاتِ میلاد کی ثقاہت وصراحت کے سلسلہ میں ابوالکلام آزاد نے اگر آزادانہ کلام کیا ہے۔ تو مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی ادام اللہ ظلہٖ علینا فی الدارین نے اپنے آقا و مولا حضور رحمت عالم ﷺ کی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے۔ اسکا خوب تعاقب فرمایا ہے۔ حضرت آسی جہاں حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم ہیں وہاں رزم حق و باطل میں فولاد کی مانند سخت ہیں۔ اور اپنی اس مومنانہ شان کی وجہ سے کسی مصلحت وقت سے متاثر نہیں ہوتے۔ یعنی حضور سرور عالم ﷺ کی شان و عظمت کے بارے میں کسی سودے بازی کو قبول نہیں کرتے۔ آپ اپنے شیخ کریم زبدۃ الاولیا، قدوۃ الاصفیا، محبوب سبحانی حضور نقش لاثانی تاجدار علی پور نور اللہ مرقدہ الاقدس کی نسبت سے نقشبندی مجددی ہیں۔ اور اس سلسلے میں موجزن تاجدار صداقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ضرب المثل غیرت عشق اور شہنشاہ قومیت سیدنا

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی شاندار حمیت دین کے وارث ہیں آپ کی تحریر و تقریر میں دلائل کی بجلیاں کوندتی ہیں۔ جن کی چمک سے اپنوں کے دل چمکتے ہیں اور بیگانوں کے دم سلگتے ہیں۔ آپ کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ رسول اور آل رسول کی محبت سے ضوبار ہے۔ آپ کی نگاہ اصحابِ رسول کے احترام سے سرشار ہے۔ اور دل ان نسبتوں کی وجہ سے ہر ولی کا طلبگار ہے۔ آج کل بعض لوگ طریقت کے نام پر تعصب و عناد کے پرچارک بنے ہوئے ہیں مگر آپ کی محفل میں تمام بزرگوں کا نام نہایت ادب کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ آپ اپنے شیخ کریم کے بتائے ہوئے اس عقیدے کو ہی آگے پھیلا رہے ہیں

"جہیڑے غلام رسول اللہ دے اسیں غلام انہاندے"

حضرت آسی کی سیرت کا نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ آپ جدھر گئے دین ہدایت کے خدمت گاروں کی ایک جماعت ضرور تیار کی۔ بہت سے پُر خلوص لوگ اس کا عظیم ثبوت ہیں۔۔ اس عاجز راقم الحروف پر بھی آپ کی خصوصی عنایات کا بادل برستا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے مختلف اداروں کے قیام پر توجہ دی۔ دربار شیخ کریم کی مرکزی تنظیم بزم لاثانی کے مرکزی ناظم اعلیٰ ہونے کے سبب اس کی فعالیت میں آپ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ آپ کا مال، آپ کا وقت بلکہ آپ کی جان بھی بزم لاثانی کے لئے وقف ہے۔ خدا گواہ ہے ہم نے پیروں کے ہجوم تو بہت دیکھے ہیں مگر آپ جیسا مرید کہیں نہیں دیکھا۔ آپ کو دیکھ کر آپ کے شیخ کریم کے حسن تربیت پر دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ بزم لاثانی کے

پروگرام کو فعال و وسیع بنانے کے لئے آپ نے شہر اقبال میں نقش لاثانی ماڈل سکول عقب جناح اسٹیڈیم کا اجراء فرمایا اور آج بھی یہ سکول آپ کی زیر سرپرستی کامیابی سے اپنے اہداف و مقاصد کی طرف گامزن ہے۔ آپ محب وطن ہیں۔ اور وطن کی ترقی کے لئے اسلامی تہذیب و تمدن کی اشاعت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ لہذا آپ کے فکری خطوط پر کام کرنے والا یہ سکول ہر رنگ میں اسلامی تہذیب و تمدن کا بہترین ناشر دکھائی دیتا ہے۔ تمام اساتذہ اور طلباء قومی و اسلامی جذبات و کردار سے ہم آہنگ ہیں۔ سکول سے متصل مکتبہ نقش لاثانی دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا فریضہ سر انجام دے رہا ہے۔

اس مکتبہ نے بہت تھوڑی مدت میں رسول اللہ کی نماز، امام حسین کی حقانیت، مضامین میلاد، حضور نقش لاثانی کا مذہبی تعامل اور زیر نظر کتاب جیسی تصنیفات طباعت کے اعلیٰ معیار پر شائع کی ہیں۔ آپ ۱۹۹۱ء میں شکر گڑھ تشریف لائے تو ادارہ تعلیمات مجددیہ نے بے سروسامانی کے عالم اشاعتی سلسلہ کا آغاز کیا۔ اور چند سالوں میں اس نے پندرہ رسائل ہزاروں کی تعداد میں ملک میں تقسیم کیے۔ اس میں آپ کی دعا و توجہ کا خصوصی اثر ہے۔

اہل دل کے نام پیغام :

اس امر سے کون سا باشعور مسلمان واقف نہیں کہ موجودہ دور میں اسلام پر کس طرح قاتلانہ حملوں کی بھرمار ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ جہاں بیگانے اس کو مٹانے پہ تلے ہوئے ہیں وہاں اپنے بھی نادان دوستی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ قوم معاشی مسائل سے دوچار ہے مگر خدمت دین کی بات آئے تو

یہ مسائل ضرورت سے زیادہ ہی محسوس ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو اولاد کی تعلیم، شادی، روزگار اور رہائش پر ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں، لاکھوں کے جہیز بناتے ہیں اور ولیمے کرتے ہیں، سیر و سیاحت پہ صرف کرتے ہیں۔ دوست و احباب کی دعوتیں اڑاتے ہیں۔ ۔اپنی ناک رکھنے کے لئے قرض کی کمزور بنیاد پہ ظاہرداری کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ لیکن تلخ تجربہ ہوا ہے کہ اپنے آقا و مولا اپنے شفیع اعظم اپنے نبی رحمت ﷺ کے فضائل و کمالات پہ لکھے گئے چھوٹے سے مقالے کا ہدیہ پانچ روپے ادا کرتے وقت بھی ہزاروں حیلوں اور بہانوں سے کام لیتے ہیں۔ کسی مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لینا پڑ جائے تو جان پر بن جاتی ہے۔ مولویوں کو کوستے ہیں، مبلغوں کو پیٹتے ہیں۔ آہ مرد مسلم کو کس نے دین نا آشنا کر دیا ہے۔ کہ اپنے محسن اعظم ﷺ کی رضا و خوشنودی کو بھی سامنے نہیں رکھتا۔ ان ہولناک اور مایوس کن حالات میں چند سر فروشوں کا تعاون ان اداروں کو ضرور پروان چڑھا سکتا ہے۔ آؤ اپنے دین کو اپنی دنیا پر ترجیح دیتے ہوئے اپنا تن من دھن اپنے محسن اعظم کے نام وقف کر دیں۔ آؤ ہم عہد کریں کہ ہمارا کچھ نہیں۔، سب کچھ سرکار نے دیا ہے۔ اور سرکار کی راہ میں لٹانے کے لئے تیار ہیں۔ آؤ ایسے دینی اداروں کو سرکار کی محبت کے فروغ کے لئے مضبوط کریں کہ وہ ایسی ایمان افروز اور باطل سوز کتابیں ہمارے اور ہماری اولاد کے عقائد و نظریات کو بچانے کے لئے عام کرتے رہیں آؤ جناب آسی کے لگائے ہوئے ان پودوں کی آب یاری کریں۔ وقت تھوڑا ہے، کام بہت ہیں۔ موت سر پہ سوار ہے، زندگی کی ڈور ٹوٹنے والی ہے۔ سانسوں کے موتی بکھرنے والے ہیں جن

سرابوں کے پیچھے ہم آبلہ پا دوڑ رہے ہیں۔ اچانک روپوش ہو جائیں گے۔ جن سہاروں پر ہم ناز کرتے ہیں۔ ایک دم بے سہارا کر دیں گے، پھر کون منزل پر پہنچائے گا، پھر کون سہارا دے گا، وہی جسکو ہمارے خدا نے ہمارا رہبر اور ہمارا سہارا بنا کر بھیجا ہے آؤ آج ہی اس کی طرف رجوع کر لیں۔ اس کے غلام بن جائیں۔ اس کے لئے جئیں، اس کے لئے مریں، اس کے گن گائیں، اس کے دوستوں سے لو لگائیں، اس کے دشمنوں سے خار کھائیں،

مولا توفیق رفیق عنایت فرمائے

آمین۔

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

شکر گڑھ

میلاد شریف اور بعض روایات

(ابوالکلام آزاد کی ایک "زہریلی" تحریر کا تعاقب)

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بعثت سے پہلے بھی تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ اور گناہوں سے اٹے ہوئے ماحول میں زندگی بسر کرنے کے باوجود اُن کے دامنِ کردار پر کسی عیب یا گناہ کے دھبے کا نہ ہونا اُن کی صداقت و حقانیت اور دعوی نبوت بلکہ اُن کے رب کی قدرت و عظمت کی روشن دلیل ہوتا ہے ظاہر ہے اُن کی سیرت کے ضمن میں صرف فضائل اخلاق اور محاسن اطوار ہی نہیں آتے بلکہ وہ حیران کن قوتیں بھی اس کا حصہ ہیں جو اُن کے قادر قیوم خدا نے انہیں بطورِ خاص عطا فرمائی ہوتی ہیں اور جنھیں دیکھ کر انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یقیناً شکل و صورت میں دوسرے انسانوں سے مشابہ ہونے کے باوجود یہ حضرات سب سے ممتاز و ممیّز ہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ عزوجل اُنھیں مبعوث فرمانے سے پہلے یہ مخصوص کمالات اسی لئے عطا فرماتا ہے کہ دیکھنے والوں کو مستقبل میں ان کے دعوی نبوت و رسالت کے موقع پر چون وچرا کی گنجائش نہ رہے اور خلوصِ دل سے راہ

راست کی تلاش کرنے والا آسانی سے منزل مقصود کو پہچان سکے۔انبیاء کرام کے ان روحانی و جسمانی فکری و عملی حسی و معنوی کمالات کے سامنے دنیوی کروفر ،جاہ و حشم ،علم وحکمت اور مال ودولت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔انبیاء کرام کی یہی خصوصیات قرآن پاک کی رُو سے نبوت ورسالت کا سرمایۂ استحقاق ہوتی ہیں۔چنانچہ جب بھی سرداران کفار نے اپنے مال ودولت کے بل بوتے پر خود کو نبوت و رسالت کا زیادہ حقدار سمجھا تو اُنھیں اس قسم کا جواب دیا۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ (الانعام صفحہ ۱۲۴)

ترجمہ : اللہ کو (تم سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں اُسے) زیادہ علم ہے کہ کسے اپنا رسول بنائے۔

انبیاء کرام کے میلاد

ظاہر ہے سیرت، ولادت ہی سے شروع ہوتی ہے لہذا! خداوند کریم اپنے نبیوں اور رسولوں کو جن ماورائی کمالات اور معجزات سے نوازتا ہے۔اُن کا اجمالی اظہار اُن کی ولادتِ باسعادت ہی سے ہونے لگتا ہے۔بلکہ ولادت سے پہلے بھی کسی نہ کسی ذریعے سے اُن کی آمد آمد کا اعلان کیا جاتا ہے۔ خیال فرمایئے جب شور یہ مچا ہو کہ نبی آرہا ہے (کوئی جادوگر نہیں آرہا) تو اُس کے کمالات کو دیکھ کر منصف مزاج کو فوراً تصدیق کرنی چاہیئے کیونکہ یہ کمالات تو اس کی اس نبوت کا واضح ترین ثبوت ہیں۔ جس کا چرچا ولادت سے پہلے

شروع ہو گیا تھا۔ اب اگر کوئی انکار کرتا ہے تو محض ہٹ دھرمی سے کرتا ہے۔
حیرت کی بات ہے کہ کاہنوں اور نجومیوں کی اکثر باتیں ظن و تخمین اور انکل پچو کے سوا کچھ نہیں ہوتیں مگر یہی لوگ جب کسی نبی کی ولادت کی پیشگوئی کرتے تھے تو حرف بحرف پوری ہوتی تھی۔ وجہ یہی نظر آتی ہے کہ چونکہ لوگ ان کاہنوں اور نجومیوں پر اعتماد کرتے تھے لہذا ان دشمنوں کی زبان سے بھی اللہ تعالی اپنے دوستوں کے میلاد شریف کا چرچا اور ان کی عظمت کا اعتراف کرا دیتا تھا۔ اس دھوم دھام کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ حق و باطل کے وہ معرکے جو بعثت کے بعد نبی اور اُس کے دشمنوں میں ہونے والے ہوتے تھے۔ کبھی ان کا آغاز بھی میلاد شریف کی خبروں سے ہو جاتا تھا۔ خدائی کے مدعی اس کی ولادت کو روکنے کے درپے ہو جاتے اور اپنی جھوٹی خدائی کا سارا زور لگا کر نبی کی آمد (یا میلاد) سے جان چھڑانا چاہتے مگر اللہ تعالی کا اپنا نظام ہے وہ اپنے کسی بھی محبوب کے مقابلے میں کسی بھی مغضوب کی پیش نہیں جانے دیتا۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں یہی کچھ ہوا۔ نمرود اور فرعون کی اولین معاندانہ کوششیں خلیل و کلیم علیہما السلام کے ظہور سے قبل شروع ہوئیں۔ مگر وہ آئے اور اپنے خدائی شیڈول کے مطابق آئے۔ نمرود اور فرعون بھڑکے۔ اپنے اپنے انداز میں ان کو ناکام کرنا چاہا مگر فتح و نصرت تو انبیاء علیہم السلام کی خانہ زاد کنیز ہوتی ہے۔ قرآن پاک شاہد ہے ان کے دشمن ہی بالا آخر صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔

سوچئے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

بھی عام انسانوں کی طرح دنیا میں آجاتے تو کیا حرج تھا اور ایک مخصوص وقت پر ان کی بعثت ہو جاتی جس سے ان کی تبلیغ کا آغاز ہو جاتا تو کیا مضائقہ تھا۔ مگر قدرتِ خداوندی نے اس عام راستے کو اپنے مخصوص کی شان کے لائق نہ جانا۔ پہلے ان کے ظہور کا پروگرام دیا۔ وہ بھی اپنے بندوں کے ذریعے نہیں، دشمنوں کے ذریعے۔ جنھیں ہلاک کرنا تھا۔ اُنھیں کو خواب وغیرہ میں متنبہ اور خبردار کیا گیا۔ یہ چپ چاپ دنیا میں تشریف لاتے تو نمرود اور فرعون کس کی آمد کو روکنے کی کوشش کرتے اور سب سے پہلے کس کی آمد (میلاد) اُن کی جھوٹی خدائی کو ذلیل ورسوا کرتی۔ ولادت ہو چکی تو بچپن کا مرحلہ آیا۔ ایک کا بچپن نمرود کے مقرب کے گھر میں اور دوسرے کا بچپن خود فرعون کے گھر میں 'طے' ہوا۔ دونوں جلیل القدر پیغمبروں کی پُر جلال ولادت اور حیرت انگیز طفولیت سے آئندہ کے معرکوں کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں گویا جن کی ولادتِ باسعادت ایوانِ باطل کے لئے ایسی زلزلہ خیز ہو۔ اُن کی باقی سیرت طیبہ کتنی باجبروت ہو گی۔

اب خیال فرمایئے ہزاروں سال سے پہلے کے یہ واقعات میلاد آخر قرآن پاک میں تفصیل سے کیوں بیان کئے گئے اور بار بار ان کا اعادہ کیوں کیا گیا۔ یقیناً یہ نکتہ ازبر کرانے کے لئے کہ نبی آکے نہیں بنتے، بن کے آتے ہیں اور اُن کے بعد کے معجزات کی طرح ولادت کے حالات بھی باقی لوگوں سے ممتاز، قدرتِ خداوندی کے ناقابل شکست دلائل، اہل فکر و نظر کے لئے سامانِ موعظت ونصیحت اور انبیاء کے دشمنوں کے لئے آئینہ عبرت ہوتے ہیں۔ نمرود اور

اس کے ساتھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ورودِ مسعود پر ہی غور کر لیتے تو اُنھیں ایمان حاصل ہو جاتا۔ اور بعد کی رسوائی و تباہی سے بچ جاتے۔ یونہی کیا فرعون کے لئے اتنی بات کافی نہیں تھی کہ جس کلیم اللہ کی آمد کو روکنے کے لئے اُس نے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل کرایا۔ اُس کا آ کے رہنا اور خود اُس کے گھر میں پرورش پانا اُس کے خدانہ ہونے کا عظیم ثبوت ہے مگر نفس نے اُسے نبی کے سامنے جھکنے نہیں دیا۔ جس طرح شیطان کو آدم علیہ السلام کے سامنے جھکنے نہیں دیا تھا۔ خیر بندگانِ ہوا اور سگانِ دنیا، کو غور و فکر کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہاں قیامت تک کے قرآن پڑھنے والے لوگ ان واقعات میلاد کا مطالعہ کر کے خدا کے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْد (ترجمہ: ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا (کنزالایمان۔البروج ۱۶) اور عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (ترجمہ: اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (کنزالایمان) قرآن پاک میں یہ الفاظ بارہا آئے ہیں۔) ہونے کی گواہی دیتے رہیں گے۔

اسی طرح قرآن پاک نے ایک اور جلیل القدر رسول کا میلاد شریف بھی بڑے اہتمام سے بیان فرمایا ہے۔ یہ ہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام۔ خداوندِ کریم انھیں بے باپ کے پیدا کر کے اُن فلسفیوں کے علم و حکمت کو ناقص و نامعتبر ظاہر کرنا چاہتا تھا جن کے بلند بانگ دعوے علت و معلول (Cause & Effect) میں الجھے ہوئے تھے۔ اور اس کے آگے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ نیز ان کے نزدیک مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کا شفایاب ہونا بھی غیر ممکن تھا۔ اسباب و نتائج کے سلسلے کو خداوندِ واحد و قیوم کی قدرتِ لازوال و غیر محدود کے سامنے مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ثابت کرنے کے لئے ایک ایسے پیغمبر کی

ضرورت تھی جو خود بھی عام طریقے سے ہٹ کر دنیا میں آئے اور پھر ایسی خداداد قوتوں سے آراستہ ہو کہ موت وحیات کے فیصلے کرنا بھی اُسے دشوار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حکمت کے تحت دنیا میں بھیجے گئے۔

ظاہر ہے دنیا میں بے باپ پیدا ہونے سے ہولناک قسم کے شکوک و شبہات بھی جنم لیتے ہیں چنانچہ اس کا ازالہ کرنے کے لئے حضرت مریم علیہا السلام کی بے داغ سیرت کا تذکرہ ضروری جانا گیا۔ اُن کے زہد و تقویٰ اور کرامات (بالخصوص بے موسم کے پھلوں کا اُن کے حجرہ عبادت میں بکثرت موجود ہونے کا) بھی ذکر ہوا۔ اُنھیں کی روحانی عظمت کے ثبوت کے ضمن میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلاد شریف کا حال بھی بیان کیا گیا۔ یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام جو حضرت مریم علیہا السلام کے کفیل و مربی تھے۔ آپ کے حجرے میں بے موسمی پھلوں کو دیکھتے ہیں تو اپنے بڑھاپے میں ایک فرزندِ صالح عطا کرنے کی التجا کرتے ہیں۔ اور قبول دعا کے نتیجے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہو جاتی ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی اپنی سیرت کا تفصیلی ذکر بھی اُن (حضرت مریم) کے اپنے میلاد شریف سے شروع ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں مذکور ہے کہ اُن کی والدہ (حضرت حنہ) نے اپنے حمل کے پیشِ نظر یہ دعا کی مولائے کریم میرے پیٹ میں جو بھی ہے، تیرے بیت المقدس کی خدمت کے لئے اُسے وقف کرتی ہوں۔ (دعا کے قرآنی الفاظ یوں ہیں اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (آل عمران ٣٥) چنانچہ زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دے دیا۔ جو اس دور میں

بیت المقدس کے متولی تھے۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے سلسلے میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ کرنے لئے حضرت مریم علیہا السلام کا ایک منت کی تکمیل میں جنم لینا، پھر رات دن ایک عظیم الشان نبی حضرت زکریا علیہ السلام کی زیر نگرانی ساری دنیا سے چھپ چھپا کر ذکر و مراقبہ میں مشغول رہنا۔ پھر صاحب کرامت و تصرف ہونا بلحہ اُس دور کی تمام عورتوں پر انھیں فضیلت دینے کا اعلان کرنا آپ کی پاکیزہ سیرت کی ایسی چمکتی ہوئی دلیلیں ہیں جہاں تمام شکوک و شبہات دم توڑ جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی جب اہل عقل کی تسلی نہیں ہوتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پنگھوڑے میں اپنی خداداد عظمتوں کا خطبہ دینا۔ بالکل اطمینان بخش اور مسکت تھا۔ فرمایئے جن لوگوں کے سامنے حضرت مریم اور اُن کے والدین کا عظیم صالحانہ کردار تھا (علیہما الرضوان) اور پھر اُنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ ُنبوت بھی اپنے کانوں سے سن لیا۔ کل وہ آپ کی نبوت کا انکار کریں۔ تو سوائے 'مکابرہ' اور کیا ہے۔ غور کیجئے جو عیسیٰ علیہ السلام بعثت کے بعد مٹی کی مورت میں پھونک مار کر اُسے سچ مچ کا پرندہ بنا دیتے ہیں۔ اُن کا میلاد گواہ ہے کہ اُن کی ولادت بھی ایک پھونک ہی سے ہوئی (یعنی اس پھونک سے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں ماری تھی)۔

مقصود کائنات کا میلاد

اوپر کی سطور سے یہ حقیقت کھل کے سامنے آگئی ہے کہ قرآن کریم نے

خدا کے مخصوص محبوبوں کا ضروری تفصیل سے میلاد شریف بیان فرمایا ہے۔ خدانخواستہ اگر ان واقعات (میلاد) کا انسان کے ایمان و عرفان کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوتا تو خصوصاً اللہ کی آخری و ابدی کتاب میں قطعاً شامل نہ ہوتے۔ پھر اگر ہمیشہ سے یہ میلاد یقیناً صاحبِ میلاد کی عظمت و مرتبت کا ابتدائی و اجمالی تعارف ہوتا ہے۔ تو وہ ہستی مبارک جس کے لئے ارض و سماء کے سارے ہنگامے معرضِ وجود میں لائے گئے ہیں۔

جسے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی سیادت و امامت کا منصب دیا گیا۔ جسے ساری مخلوق تحت و فوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور جسے تمام اولین و آخرین کے کمالات و علوم سے نوازا گیا، کے میلاد شریف کی شان کیا ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے تاجدار لولاک جامع المعجزات رحمۃ للعلمین و خاتم النبین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا میلاد شریف بھی تمام موالید انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے کمالات کا جامع اور سب سے ممتاز و ممیز ہو۔ اگر کسی کی ولادت کسی کی دعا سے ہوئی۔ یا خبرِ ولادت کسی خواب اور اس کی تعبیر سے پھیلی تو سرور انبیاء علیہم السلام کی خبر میلاد کا چرچا دو تین ذریعوں سے نہیں بلکہ ہر ذریعے سے ہونا چاہیئے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بہترین انداز میں ہوا۔ اسی خبرِ میلاد کا سنانا مقصود تھا۔ جب عالم ارواح میں اللہ رب العزۃ نے انبیاء علیہم السلام کا اجلاس بلایا (وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ .... آل عمران (ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور

ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پہ گواہ ہو جاؤ اور میں آپ کے ساتھ گواہ ہوں۔) گویا

تھی یہ صبح زندگی تمہیدِ میلاد النبی
آپ خالق نے منائی عیدِ میلاد النبی

پھر یہی خبر تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کو اُن کے قبول توبہ کے وقت دی گئی۔ ذرا اس جملے پر غور فرمایئے **لَو لَاہُ مَا خَلَقْتُکَ** (یعنی اے آدم اگر یہ محبوب ﷺ نہ ہوتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا ظاہر ہے آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوتے تو کوئی آدمی بھی پیدا نہ ہوتا۔ اسی سے انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات میلاد شریف کی خصوصی حکمت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ (یعنی اوپر بیان ہونے والی حکمتوں کے علاوہ) ان کے بیان کی ایک حکمت یہ ہے کہ جب خلیل و کلیم اس شان سے دنیا میں تشریف لائے ہیں تو محبوبِ خدا امام الانبیا علیہم السلام کا ورود مسعود جو مقصود خلیل و کلیم بلکہ مقصود کائنات ہیں علیہ الصلوۃ والسلام کس شان کا ہو گا۔

پھر یہی خبر تھی جسے تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو بار بار سنایا۔ کیونکہ آیتِ مذکورہ بالا کے تحت انبیاء کے اجلاس کا منشا یہی تھا کہ وہ خدا کے پیغمبر اعظم ﷺ کی عظمت ولادت سے واقف ہوں اور اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی امت کو یہ خبر سنائیں۔ ورنہ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی امداد کرنا) کی تعمیل متصور ہی نہیں۔

ہاں ہاں یہی خبر تھی جو انبیاے کرام علیہم السلام کی کتابوں اور صحیفوں کی زینت

بنتی رہی۔ چنانچہ توراۃ، زبور، انجیل میں ہزار ہا ہزار تحریفات کے باوجود آج بھی حضور پُر نور ﷺ کی عظمت کا حال اور تشریف آوری کی خبر مل جاتی ہے۔ ان کتابوں اور صحیفوں میں نبی آخر الزمان کی سیرت و صورت اور مولد و جائے ہجرت وغیرہ کے تمام نمایاں پہلو اس حد تک مذکور تھے۔ کہ ماہرین کتاب آپ کی زیارت کر کے ہی پہچان جاتے تھے چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ

ترجمہ: وہ جنھیں ہم نے کتاب دی۔ حضور ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو (یقینی طور پر) پہچانتے ہیں۔ (اس لئے کہ آسمانی کتابوں میں آخری نبی ﷺ کی سیرت و صورت کے واضح ترین تذکروں کے علاوہ بعض نمایاں شخصیات کے پاس آسمان سے اتری ہوئی تصاویر بھی تھیں)

حضور سرور کونین ﷺ کا انکار کرنے والے یہودیوں، عیسائیوں نے اس لئے آپ کا انکار نہیں کیا کہ پہچان نہیں سکے تھے۔ بلکہ محض ضد، ہٹ دھرمی اور حسد کی بنا پر انہوں نے جانی پہچانی حقیقت کا انکار کیا۔ قرآن پاک میں ہے۔

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۔(البقرۃ صفحہ ۸۹)

ترجمہ: اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر (کنز الایمان)۔

خدائے واحد کی آخری الہامی کتاب نے (جو پہلی تمام کتابوں کی جامع اور مہیمن ہے)

اس حقیقت کا اظہار کئی جگہ فرمایا بلکہ اس کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کتابوں میں آپ کے صحابہ کرامؓ کا ذکر بھی موجود تھا۔ مثلاً سورۃ الفتح کی آخری آیات میں ہے۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰته وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِ نْجِيْل (الفتح ۲۹)

ترجمہ : یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں (کنزالایمان)

بلکہ حضور اکرم ﷺ کے مخصوص اصحاب و خلفا کے حلیے بھی پہلی کتابوں میں موجود تھے اور انہیں دیکھ کر بھی وہ ماہرین تورایت وانجیل جان جاتے تھے کہ یہ صدیق ہیں یا فاروق ہیں (علیہما الرضوان)

اِن انبیاء کرام علیہم السلام اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کا گویا ایک اہم مقصد آخری نبی ﷺ کی پیشگوئی تھی۔ مگر بنی اسرائیل کے آخری نبی جناب عیسیٰ علیہ السلام تو خصوصیت سے اس (دو میں سے ایک) کو اپنا مقصدِ حیات قرار دیتے ہیں کہ

وَ مُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَد (صف ۶)

ترجمہ : اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ (کنزالایمان)

موجودہ دور میں ان آسمانی صحف و کتب کا اصلی حالت میں ملنا ناممکن ہے۔ ان کے ماننے کا دعویٰ کرنے والے لوگوں نے نزول سے کچھ عرصہ بعد ہی ان میں تحریفات شروع کر دی تھیں۔ پھر صدیوں بعد شاید ہی چند اصل جملوں کا مفہوم باقی رہ گیا ہو۔ بلکہ اب تو یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں کہ یہ

کتابیں کس زبان میں نازل ہوئی تھیں۔ پھر بھی قدرتِ خداوندی کا کرشمہ اور ہادی اعظم ﷺ کا معجزہ دیکھئے اب تک ان کتابوں میں واضح اشارات ملتے ہیں جن سے حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔

موجودہ دور میں پائی جانے والی انجیلوں کے نام بتاتے ہیں کہ کسی کو جناب لوقا نے تصنیف کیا اور کسی کو جناب مرقس نے۔ چاروں انجیلوں کے مصنفین میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں شامل نہیں۔ ہاں ایک حضرت برناباسؓ ہیں جو جناب مسیح علیہ السلام کے حواری تھے اور آپ کے رفع آسمانی کے بعد آپ کی تعلیمات کے سب سے بڑے مبلغ۔ آپ نے بھی حسب ہدایت (اور یہ ہدایت خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھی جیسا کہ ان کی کتاب سے ظاہر ہے۔) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ملفوظات اور خطابات کو یکجا کیا ہے۔ جس کا نام رکھا گیا ہے۔ ' انجیل برناباس' اس کا مطالعہ کریں تو یوں لگتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ کی مجلس وعظ گویا حضور نبی کریم ﷺ کی محفل میلاد تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام جب مقصود کائنات، امام الانبیاء علیہم السلام کا ذکر چھیڑتے تو دلوں اور روحوں میں عشق رسول ﷺ کی زندگی پھونک دیتے تھے۔ چنانچہ تبرک کے طور پر صرف ایک مجلس کا مختصر حال دیکھئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں (سوال میں آنے والے عظیم مسیحا کا نام اور علامات پوچھی گئی تھیں)

"مسیحا کا نام قابل تعریف (محمد) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اُن کی روح

مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب و تاب میں لکھا تو خود ان کا نام رکھا اللہ نے فرمایا ' اے محمد! انتظار کر۔ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے۔ ساری دنیا کو پیدا کیا ہے۔ اور بیشمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تجھے نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا تیری بات سچی ہو گی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں۔ لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا (آپ نے فرمایا) محمد اس با برکت کا نام ہے۔ اس پر تمام سامعین نے یہ کہہ کر فریاد کرنی شروع کر دی۔

O God ! send us thy messenger :

O Mohammad come quickly for

the salvatuion of the world.

(یعنی) اے خدا ! اپنا رسول ہماری طرف بھیج۔ یا محمد دنیا کی نجات کے لئے تشریف لے آیئے (باب ۹۷)

ان نام نہاد الہامی و آسمانی کتابوں (اگر چہ اُن میں بہت کچھ تحریف ہو چکی ہے۔ حتی کہ اب یہ تحقیق بھی مشکل ہے کہ وہ کس کس زبان میں نازل ہوئی تھیں) کے علاوہ تمام دوسرے پرانے مذہب کی مذہبی و بنیادی کتابوں میں بھی حضور ﷺ کے اوصاف و کمالات اور آپ کی تشریف آوری کی خبر ملتی ہے۔ چنانچہ مجوسی مذہب، ہندو مت، بدھ مت، جین مت کے پرانے مذہبی ادب میں ذکر رسول ﷺ کی تجلیات، دل و دماغ کو اب بھی روشن کرنے کے لئے کافی ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کی مذہبی کتاب بھوشیہ پران میں ہے۔

"کل جگ میں 'سرب انما' (محمد) پیدا ہوں گے۔ جن کے سر پر بادل

سایہ کرے گا۔ اُن کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔ ان کے جسم پر مکھی نہ بیٹھے گی۔ وہ زمین دلپیٹ جائیں گے، دنیا کے لئے کچھ تلاش نہ کریں گے۔ تمام عمر کم کھائیں گے۔ وہ اللہ کے محبوب ہوں گے۔ (نقل از جانِ جاناں از مسعودِ ملت پروفیسر محمد مسعود احمد)

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے جانِ جاناں میں ڈاکٹر وید پرکاش ویادھیائے کا بھی حوالہ دیا ہے (ڈاکٹر صاحب کا یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے اور دسمبر ۱۹۹۷ء میں اس کے بارے میں جو خبر اخبارات کی زینت بنی ہے، ذرا اسے ملاحظہ فرما کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ "نئی دہلی": (جی۔ این۔ این) ہندو مذہب کے ماننے والے اپنے جس کالکی اوتار (ہادیء عالم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ در حقیقت حضرت محمد (ﷺ) کی ذاتِ اقدس ہے جس کا ظہور آج سے چودہ ۱۴۰۰ سو برس قبل ہو چکا ہے۔ لہذا ہندوؤں کو اب کسی "کالکی اوتار" کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئیے اور فوراً اسلام قبول کر لینا چاہئیے۔ اس امر کا انکشاف بھارت میں حال ہی میں چھپنے والی کتاب "کالکی اوتار" میں کیا گیا ہے۔ جس نے پورے بھارت میں واویلا برپا کر دیا ہے۔ اس کا مصنف اگر کوئی مسلمان ہوتا تو اُسے یقیناً جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑتا اور اس کتاب کی اشاعت پر پابندی لگ چکی ہوتی لیکن اس کتاب کا مصنف ایک ہندو برہمن پنڈت 'وید پرکاش' ہے جو سنسکرت کا ممتاز عالم اور الہ آباد یونیورسٹی میں ایک اہم عہدہ پر متمکن ہے۔ مصنف نے اپنی اس تحقیق کو بھارت کے آٹھ پنڈتوں کے سامنے پیش کیا جو تحقیق کے میدان میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور بھارت کے بڑے مذہبی رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان پنڈتوں نے بھی وید پرکاش کی اس تحقیق کو درست تسلیم کیا ہے۔ مصنف نے اپنے اس دعویٰ کی حمایت میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ مقدس کتاب "ویدا" میں درج ہے کہ "بھگوان" کا آخری پیغمبر (کالکی

اوتار) ہوگا۔ جو پوری دنیا کو رہنمائی فراہم کرے گا۔ مصنف کہتا ہے کہ یہ بات صرف حضرت محمد (ﷺ) پر صادق آتی ہے۔ ہندو ازم کی پیش گوئی کے مطابق "کالکی اوتار ایک جزیرے میں جنم لے گا اور یہ در حقیقت عربی علاقہ ہے جو جزیرۃ العرب کے نام سے جانا جاتا ہے۔ "ویدا" میں "کالکی اوتار" کے باپ کا نام "وشنو بھگت" اور ماں کا نام "سومانب" تحریر ہے۔ سنسکرت میں وشنو اللہ اور بھگت بندہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح "وشنو بھگت" کا عربی ترجمہ "عبداللہ" بنتا ہے۔ سومانب سنسکرت میں امن و آتشی کو کہتے ہیں اور عربی میں اس کا مترادف لفظ "آمنہ" بنتا ہے۔ عبداللہ اور آمنہ حضرت محمد ﷺ کے والد کریم اور والدہ ماجدہ کے نام ہیں۔ "کالکی اوتار" کے بارے میں مزید کہا گیا ہے۔ کہ بھگوان اپنے خاص پیغام رساں کے ذریعے انھیں ایک غار میں علم سکھائیں گے اور یہ بات بھی صرف حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہے جنھیں اللہ تعالی نے غارِ حرا میں حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے علم سے نوازا۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ "بھگوان" کالکی اوتار کو ایک تیز رفتار گھوڑا دیں گے جس سے وہ اس دنیا کے گرد اور ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے۔ حضرت محمد (ﷺ) کی براق کی سواری اور واقعہ معراج اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ "کالکی اوتار" گھڑ سواری، تیر اندازی اور تیغ زنی میں ماہر ہوگا۔ مصنف 'وید پرکاش' کہتا ہے کہ اس پیشینگوئی کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ گھوڑوں، نیزوں اور تلواروں کا دور اب گزر چکا ہے۔ اور ایسی صورت میں نیزوں بھالوں سے مسلح اوتار کا انتظار غیر دانشمندانہ اقدام ہوگا۔ مصنف کہتا ہے کہ 'کالکی اوتار' در حقیقت حضرت محمد (ﷺ) کی طرف واضح اشارہ ہے جسے اللہ تعالی نے آسمانی کتاب قرآن دے کر پوری کائنات کے لئے رہنما بنا کر بھیجا۔ لہذا ہندوؤں کو اب فوراً

اسلام قبول کر لینا چاہئیے (روزنامہ جنگ، نوائے وقت لاہور ۹ دسمبر ۱۹۹۷ء) ڈاکٹر صاحب ہندوؤں کو اپنے مقالے میں مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

" صرف میں ہی نہیں بلکہ تمام طبقے جو علم و دانش کی دولت سے مالا مال ہیں مجھے یقین ہے کہ ملک و قوم کے سکون کے لئے میری اس تحقیقی کتاب کو قبولیت کا درجہ دے سکیں گے۔ بھارتی جس 'کالکی' کو اوتار مانتے ہیں، مسلمان اس 'کالکی' (پیغمبر عالم) کے شاگرد ہیں۔ کالکی کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ بھارت کے لئے رحمت کے فرشتے ہوں گے اس لئے ہر وہ شخص جو بھارت کا رہنے والا ہے خود کو ہندو کہے یا انڈین، کالکی پہ یقین کرے کیونکہ یہی آخری اوتار ہیں۔ جس کالکی کے انتظار میں بھارتی بیٹھے ہیں وہ آچکے ہیں اور وہ ہیں محمد صاحب (ﷺ) (جان جاناں صفحہ ۱۸۲)۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کسی اور شخصیت کے لئے ایسا اہتمام نظر نہیں آتا، کسی پیغمبر کی آمد آمد کا اعلان اس دھوم دھام سے نہیں کیا گیا۔ کسی اور نبی و رسول کا تذکرہ اتنا ہمہ گیر اور ایسا دلآویز نہیں بنایا گیا جتنا حضور نبی آخر الزمان ﷺ کا، سیدھا سادا جواب یہی ہے کہ یہ مقصودِ کائنات ہیں اور ساری کائنات کو انھیں کی عظمت و شان ظاہر کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو یوں مخاطب فرمایا۔

مِنْ اَجْلِكَ اَسْطَحُ الْبَطْحَاءَ وَ اَمُوْجُ الْمَوْجَ وَ اَرْفَعُ السَّمَاءَ وَ اَجْعَلُ الثَّوَابَ وَ الْعِقَابَ (زرقانی علی المواہب)

ترجمہ: (اے محبوب) تیری خاطر میں نے زمین کو بچھایا، لہراتے

ہوئے دریا پیدا کیے، آسمانوں کو بلند کیا اور عذاب و ثواب (کے ضابطے) پیدا کیے۔ لہذا روزِ اول سے اس ذکرِ خیر الرسل علیہ السلام کی یہی صورتِ حال ہے۔ بقول حکیم الامت اقبال علیہ الرحمۃ

دشت میں، دامن کہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

اور اعلیحضرت مجددِ ملت بارگاہِ رسالتمآب علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں عرض کرتے ہیں۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ، فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے، تیری ہی داستان ہے

چونکہ حضور خاتم الانبیاء سید المرسلین علیہ السلام دین و دنیا، ارض و سما اور ماضی مستقبل کے تمام ہنگاموں کی وجہ تخلیق اور بازارِ ہستی کی اصل رونق ہیں۔ لہذا سب سے زیادہ شور آپ ہی کی آمد کا ہونا چاہیے اور سب سے زیادہ ذکر آپ ہی کی ذاتِ پاک کا ہونا چاہیئے۔ جہاں تک ذکر کا تعلق ہے۔ وہ تو ازل و ابد کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے، کیوں نہ ہو، قرآن اعلان کر رہا ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْماً (الاحزاب ۵۶)

ترجمہ : بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (کنزالایمان)

خالق درود بھیج رہا ہے۔ اپنے نبی ﷺ پر اس کا مطلب وہی ہے جو حضرت ابو العالیہ نے فرمایا ہے۔ صَلٰوۃُ اللّٰہِ ثَنَاءُ ہٗ عِنْدَ الْمَلٰٓئِکَۃِ یعنی اللہ کی صلوۃ یہ ہے کہ وہ (ہر وقت) فرشتوں کے سامنے اپنے محبوب ﷺ کی تعریف کرتا رہتا ہے۔ کب سے ؟ ظاہر ہے ہمیشہ سے، کب تک ؟ ہمیشہ ہمیشہ تک۔

پھر ذکر میں ذکرِ ولادت بھی تو شامل ہے سو گویا ارض و سما میں میلاد کی محفلیں بھی ازل سے جاری ہیں اور جب تک آسمان کا تنا ہوا خیمہ اور مہر و ماہ کے قمقمے روشن اور زمین کا فرش قائم ہے۔ میلادِ رسول ﷺ کے اس پنڈال میں ذکرِ رسول ﷺ کے ہنگامے بھی برپا رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کائنات کی سب سے بڑی اور سب سے بنیادی خبر ایک ہے اور وہ ہے حبیب کبریا وجہ ارض و سما ﷺ کی تشریف آوری کی خبر، جب تک حضور پُر نور تشریف نہیں لائے تھے۔ یہی شور تھا وہ آئیں گے، ضرور آئیں گے۔ ایک نہ ایک دن آجائیں گے، انھیں ہر حال میں آنا ہے، آنے والے ہیں، بس آہی رہے ہیں۔ انبیا علیہم السلام کا یہی ترانہ تھا۔ ملائکہ کا یہی نغمہ تھا، حوروں کے لب پر یہی گیت تھا۔ علم و عرفان خوشخبری سنا رہے تھے وجدان اسی سرور میں کھویا ہوا تھا۔

زمین کا ذرہ ذرہ محویت کے عالم میں منتظر تھا۔ درختوں کا پتہ پتہ جھوم جھوم کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ دریاؤں کی لہریں اس جوش عشق میں ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔ کعبہ کی فضائیں اسی محبوب کے ظہور کے لئے دست بدعا تھیں۔ صفاو مروہ کی چوٹیاں اس مطلوب کے لئے چشم براہ تھیں اب وہ تشریف لائے تو ارض وسما کی وسعتوں میں ان کی آمد کا شور گونج اٹھا۔

جانِ بہار آگئے ، روح قرار آگئے
کون و مکاں جن پہ ہیں گویا نثار آگئے۔

حضور پُر نور کس شان سے تشریف لائے

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب میرے لختِ جگر کی ولادتِ باسعادت ہوئی، ان کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا اور جسم مبارک پر تیل ملا ہوا تھا۔ آپ سے خوشبو آرہی تھی اور آپ ختنہ شدہ تھے۔ آپ نے آتے ہی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ کیا، اس وقت آپ نے دونوں ہاتھ بھی آسمان کی طرف اُٹھالئے۔ چہرہ انور سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اُٹھا کر ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ لیا جو جنت سے لایا گیا تھا۔ پھر (اُنھیں نے) آپ کو اُٹھا کر زمین کے مشارق و مغارب کا چکر لگایا۔

نیز حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ' میں نے ایک منادی کو پکارتے سنا اس (محبوب مکرم ﷺ) کو دیکھنے والوں کی نظر سے پوشیدہ رکھو۔
(مولد العروس صفحہ ۲۸)

ذرا اس سے پہلے کا منظر بھی انھیں کی زبانی سن لیجئے۔

(یہ ربیع الاول شریف کی بارھویں رات تھی) اور شب دوشنبہ تھی کہ مجھ پر ایک رعب سا چھا گیا تو میں اپنے حال پر اور اس تنہائی پر روئی۔ اسی دوران دیوار شق ہوئی۔ اس میں سے تین (دراز قامت) خواتین بر آمد ہوئیں گویا کہ کھجور کے لمبے درخت ہوں سفید چادریں اوڑھے ہوئے ہیں۔ عبد مناف کی صاحبزادیوں سے ملتی جلتی تھیں۔ ان سے کستوری کی خوشبو نکل کر پھیل رہی تھی۔ اُنھوں نے نہایت ہی فصیح زبان اور شیریں لہجے میں مجھے سلام کہا اور بولیں ہم سے خوف و حزن محسوس نہ کیجئے گا میں نے اُن سے پوچھا آپ کون ہیں جواب دیا حواء آسیہ اور مریم بنت عمران' ان کے بعد دس عورتیں مزید آگئیں۔ میں نے پوچھا 'آپ کون ہیں'؟ بولیں ہم حور عین میں سے ہیں۔ سید المرسلین ﷺ کی ولادت با سعادت کے موقع پر (دائی کے طور پر) حاضر ہوئی ہیں۔

ذرا آگے فرماتی ہیں

"(اس مبارک موقع پر) اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردے اٹھا دیئے اور میں نے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔ میں نے تین جھنڈے بھی ملاحظہ کئے۔ ایک مشرق میں، دوسرا مغرب، میں اور تیسرا کعبے کی چھت پر نصب تھا۔

یہ روایت بھی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ آپ فرماتی ہیں

"میں نے کسی کہنے والے کو (یوں کہتے) سنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صفوتِ آدم، مولدِ شیث (دوسری روایات میں یہاں مولد کی بجائے 'معرفت' ہے مثلاً مدارج النبوۃ کی روایت)، شجاعتِ نوح، حلم ابراہیم، لسانِ اسمٰعیل۔ رضائے اِسحٰق، فصاحتِ صالح، رفعت ادریس، حکمتِ لقمان، بشارت یعقوب، جمالِ یوسف، صبر ایوب، قوتِ موسیٰ، تسبیح یونس، جہادِ یوشع، نغمہ داؤد، ہیبتِ سلیمان، حب دانیال، وقار الیاس، عصمت یحییٰ، قبول ذکریا، زہد عیسیٰ اور علم خضر علیہم السلام عطا کر دو۔ اور انھیں نبیوں اور رسولوں کے اخلاق میں غوطہ دو کیونکہ یہ اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ میں نے بادل کے ایک ٹکڑے کو آگے آتے دیکھا۔ کوئی کہہ رہا تھا محمد ﷺ نے فتح و نصرت اور بیت اللہ کی کنجیوں پر قبضہ کر لیا۔ نیز میں نے ایک فرشتے کو دیکھا جس نے آکر آپ کے کان میں کوئی بات کی۔ پھر آپ کا بوسہ لیا اور بولا۔

اَبْشِرْ حَبِیْبِیْ مُحَمَّدُ فَاِنَّکَ سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ اَجْمَعِیْنَ بِکَ خَتَمَ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَمَا بَقِیَ عِلْمٌ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا اُوْتِیْتَہٗ (اے میرے حبیب محمد آپ کو بشارت ہو کہ یقیناً آپ سب اولادِ آدم کے سردار ہیں آپ پر ہی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ختم کیا اولین و آخرین کا کوئی علم نہیں جو آپ کو نہیں ملا)۔ (مولد العروس صفحہ ۲۹۔۳۰)

اب آیئے چند اشعار بھی ملاحظہ فرمایئے (جنھیں محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے میلاد کے طور پر پیش کیا۔ہاں ہاں صرف چند اشعار سب نہیں)

وُلِدَ الْحَبِیْبُ وَ خَدُّہٗ مُتَوَرِّدٌ
وَالنُّوْرُ مِنْ وَّ جَنَاتِہٖ یَتَوَ قَّدُ
ھٰذَا کَحِیْلُ الطَّرْفِ ھٰذَا الْمُصْطَفٰی
ھٰذَا جَمِیْلُ الْوَجْہِ ھٰذَا الْاَوْحَدُ
ھٰذَا جَمِیْلُ النَّعْتِ ھٰذَا الْمُرْتَضٰی
ھٰذَا حَبِیْبُ اللّٰہِ ھٰذَا السَّیِّدُ
یَالَیْتَ طُوْلَ الدَّھْرِ عِنْدِیْ ذِکْرُہٗ
یَالَیْتَ طُوْلَ الدَّھْرِ عِنْدِیْ مَوْلِدٌ
صَلّٰے عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا مَنْ اِسْمُہٗ
بَیْنَ الْبَرِیَّۃِ اَحْمَدٌ مُحَمَّدٌ

ترجمہ :(۱) حبیب کریم ﷺ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے رخسار گلاب کی طرح تھے۔اور (آپ اس انداز میں جلوہ افروز ہوئے) مبارک ہونٹوں سے نور چمک رہا ہے۔

(۲) یہ ہیں سرگیں آنکھ والے، یہ ہیں مصطفٰی۔یہ خوبصورت چہرے والے ہیں اور یہ یکتا ہیں۔

(۳) یہ ہیں عمدہ صفت والے،یہ ہیں مرتضٰی، یہ ہیں اللہ کے حبیب

اور یہی (کونین کے) سردار ہیں۔

(۴) اے کاش جب تک زمانہ موجود رہے۔ میرے سامنے آپ کا ذکرِ خیر ہی ہوتا رہے اور اے کاش جب تک زمانہ قائم رہے، میرے سامنے آپ کا میلاد شریف ہی پڑھا جائے۔

(۵) اے وہ ذاتِ پاک جن کے نام ساری کائنات میں احمد اور محمد ہیں، آپ پر اللہ تعالیٰ درود و سلام بھیجتا ہے۔

ولادتِ باسعادت کے عالمگیر اثرات

اکثر سیرت نگار خصوصاً محدث ابنِ جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اسی (میلاد) کی رات (آتشکدہ) ایران کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا۔ کسریٰ (شاہ ایران) کا محل پھٹ گیا اور اس کے کنگرے بکھر گئے۔ جن میں سے چودہ (زمین پر) آپڑے۔ بحیرہ ساوہ طبریہ خشک ہو گیا۔ جادو اور کہانت کی قوت ٹوٹ گئی۔ آسمان پر پہرہ لگ گیا اور شیطان کو (فرشتوں کی) باتیں سننے سے روک دیا گیا (اب وہ آسمان کے قریب بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ دنیا کے تمام بت اوندھے منہ گر گئے۔ صرف حضور اکرم ﷺ (کے میلاد شریف) کے احترام میں خدا کے (سب سے بڑے) دشمن شیطان کا تخت بھی الٹا ہو گیا۔ (مولد العروس ص ۳۰)

اسی کتاب کی ایک ابتدائی عبارت ملاحظہ ہو۔

وَالْاَحْبَارُ بِهٖ اَخْبَرَتْ ، وَالْكُهَّانُ بِهٖ اَعْلَنَتْ وَ الْجِنُّ بِرِسَالَتِهٖ اٰمَنَتْ وَالْاٰيَاتُ بِاِسْمِهٖ نَطَقَتْ وَ نَارُ فَارِسَ

مِنْ نُوْرِہٖ اُخْمِدَتْ وَالْاَسِرَّۃُ بِمُلُوْکِھَا تَزَلْزَلَتْ وَ
التِّیْجَانُ مِنْ رُؤُسِ اَرْبَابِھَا تَسَاقَطَتْ وَ بُحَیْرَۃ
طَبْرِیَّا عِنْدَ ظُھُوْرِہٖ وَقَفَتْ وَ کَمْ مِنْ عَیْنٍ نَبَعَتْ وَ
فَارَتْ ۔ (مولد العروس)

ترجمہ : بڑے بڑے علماء نے آپ کی ولادت کی خبر دی۔ کاہنوں نے آپ کے ظہور کا اعلان کیا۔ جن آپ کی رسالت پر ایمان لائے، آیات وعلامات نے آپ کے نام نامی پر شہادت دی۔ فارس کی آگ آپ کے نُور سے بجھ گئی، تخت اپنے بادشاہوں سمیت کانپنے لگے، تاجداروں کے سروں سے تاج گر پڑے۔ بحیرہ طبریا آپ کی تشریف آوری پر ٹھہر گیا (یعنی خشک ہو گیا) اور کتنے ہی (نئے) چشمے جاری اور موجزن ہو گئے۔ یہ چند اشعار بھی جو علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ کے ایک اور طویل میلاد نامے کا حصہ ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

صُبْحُ الْھُدٰی مَلَأَ الْوُجُوْدَ سُرُوْرًا
لَمَّا بَدَا وَجْہُ الْحَبِیْبِ مُنِیْرًا
وَ تَرَنَّمَ الْاَطْیَارُ عِنْدَ ظُھُوْرِہٖ
فَرَحًا وَ مَالَ الْغُصْنُ مِنْہُ بُدُوْرًا
وَ اَتَی النَّسِیْمُ مُبَشِّرًا وَّ مُعَطِّرًا
بِقُدُوْمِ اَحْمَدَ فِی الْاَنَامِ نَذِیْرًا
وَتَسَاقَطَ الْاَصْنَامُ عِنْدَ مِلَادِہٖ
وَ تَصَعَّدَ الْکُھَّانُ مِنْہُ زَفِیْرًا

ترجمہ : (۱) صبح جب حبیب کریم علیہ السلام کا چہرہ روشن جلوہ گر ہوا تو صبح ہدایت نے ساری کائنات کو سرور سے بھر دیا۔

(۲) حضور پُر نور علیہ السلام کے ظہور کے وقت پرندوں نے خوشی سے گیت گائے اور شاخیں (ادب واحترام کی بنا پر) تھیلیاں بن کر (یعنی بار آور ہو کر) جھک گئیں۔

(۳) اور حضور علیہ السلام جو ساری دنیا کے لئے نذیر ہیں کی تشریف آواری کی خبر دیتی ہوئی اور خوشبوئیں پھیلاتی ہوئی باد نسیم چلی۔

(۴) حضور علیہ السلام کے میلاد شریف کے وقت تمام بت بری طرح گر پڑے اور گویا کاہن چیخ چیخ کر رہ گئے۔

عالم بالا میں جشن میلاد : علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

جب حضور پُر نور علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی، فرشتوں نے آہستہ اور اونچی آواز سے (اس کا) اعلان کیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بشارت لائے اور عرش خوشی سے جھوم جھوم اُٹھا۔ حور عین اپنے محلات سے نکل آئیں اور عطر نچھاور کرنے لگیں۔ رضوان (داروغہ جنت) کو حکم دیا گیا فردوس اعلیٰ آراستہ کرو اور محل سے پردہ اُٹھا دو۔ نیز (سیدہ) آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جناتِ عدن سے پرندے بھیج دو جو اپنی چونچوں کے ذریعے موتی بکھیریں۔ جو حضرت سیدہ آمنہ کے اردگرد فرشتے کھڑے ہو گئے اور اُنھوں نے پر خوب پھیلائے۔ نیز تسبیح و تہلیل کرنے والے فرشتے اس کثرت سے اترے کہ تمام بحر و بر اور نشیب و فراز بھر گئے۔ (مولد العروس صفحہ ۷)

اسی کتاب کے صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں۔

ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ کی ولادت پر ایک دوسرے کو بشارتیں دے رہے تھے اور آسمان پر آپ کی عظمت کی وجہ سے پہرے بٹھادیئے گئے اور آپ ہی کی تعظیم کے طور پر چوری چھپے سننے کی کوشش کرنے والے شیاطین کو شہابِ ثاقب سے مارا گیا۔ (اس موقع پر سب خوش تھے مگر) ابلیس چیخ رہا تھا اور اپنی ہلاکت وتباہی پر واویلا کر رہا تھا (اِبْلِیْسُ صَاحَ وَ نَادٰی عَلٰی نَفْسِہٖ وَیلاً وَ ثُبُوْراً) ایک اور جگہ فرماتے ہیں

قَالَ: فَضَجَّتِ الْمَلٰئِکَۃُ بِالتَّسْبِیْحِ وَ التَّھْلِیْلِ وَ التَّکْبِیْرِ لِلْمَلِکِ الْجَلِیْلِ وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجِنَانِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النِّیْرَانِ فَرَحاً بِوِلَادَۃِ سَیِّدِ الْاَکْوَانِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ترجمہ۔

راوی کہتا ہے کہ پھر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تہلیل اور تکبیر کا شور بلند کیا، جنت کے دروازے کھول دیئے گئے، دوزخ کے دروازے بند کئے گئے اور یہ سب کچھ حضور سرورِ کائنات سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ کے میلاد شریف کی خوشی میں ہوا (مولد العروس)

<u>واقعات میلاد کی حکمتیں</u> پہلی حکمت تو وہی ہے جو تمہید میں بیان ہوئی۔ یعنی رب کریم اپنے محبوبوں کی طے شدہ آئندہ عظمتوں کا تعارف ولادت سے پہلے کے خوابوں یا پیشگوئیوں سے بھی کرتا ہے۔ اور پھر اُن کی ولادتِ باسعادت سے تعلق رکھنے والے مخصوص واقعات

سے بھیج جیسا کہ نمرود اور فرعون کے خواب اور کاہنوں وغیرہ کی تعبیریں جو گویا پیشگوئیوں کا درجہ رکھتی تھیں بھی اُن کی عظمت کا اعلان کرتی ہیں اور پھر اُن کی ولادت کو روکنے کے لئے سارے حکومتی ذرائع استعمال کرنے کے باوجود اُن کا رونق فروز عرصہ گیتی ہونا بھی اُن کی غیر معمولی عظمتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص تعصب و جحود کی پٹی آنکھوں سے اتار کر محبوبانِ خدا کی ولادت کے واقعات پر ہی غور کرلے تو بھی حق شناسی میں کوئی دقت نہیں رہتی۔ بعثت سے نبوت و رسالت کا دعوئ نبی و رسول خود کرتے ہیں اور بعثت سے پہلے کی سیرت اس دعوئ کی ناقابل تردید دلیل ہوتی ہے۔ خصوصاً جو خوارق اُن کی ولادت و رضاعت اور قبل از بعثت سارے دور حیات سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا انکار آسان نہیں ہوتا۔ اسی لئے انھیں معجزات کی بجائے ارہاصات (' زبدۃ المخالفین ، قدوۃ المنکرین حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں ایات النبوۃ و براھینا تکون فی حیات الرسول و قبل مولدہ و بعد مماتہ: نبوت کی نشانیاں اور دلیلیں رسول کی حیاتِ ظاہری اور اس کی ولادت سے پہلے اور وصال کے بعد بھی رونما ہوتی ہیں "الجواب الصحیح جلد ۴ صفحہ ۲۴۹) کہا جاتا ہے۔

یہ بھی معجزات کی طرح خوارق عادات ہوتے ہیں۔ مگر ان کی اہمیت کے پیش نظر انھیں ارہاصات کہا جاتا ہے۔ کیونکہ نبی کی شخصیت اور عظمت نبوت پر غور کرنے کے لئے یہ "بنیاد" کا کام دیتے ہیں۔ ولادت وغیرہ کے وقت کے 'ارہاصات' گویا نبوت کی پہچان کی اور بعد کی معجزاتی قوتوں کی بنیاد ہوتے ہیں۔ لہذا میلاد شریف کے واقعات بھی سیرت کا اہم عنوان اور باب ہیں (مولانا بدر عالم میرٹھی .

لکھتے ہیں اس لحاظ سے آپ کی سیرت کے تین حصے سامنے آتے ہیں۔ ولادت سے قبل، ولادت کے بعد، اور نبوت یعنی بعثت سے قبل، تیسرا نبوت وبعثت کے بعد "ترجمان السنہ جلد ۴)۔

بعثت کے بعد کے معجزات کو نمرود و فرعون اور ان کے ساتھی جادو کہہ کر اپنے دل کو بہلا لیتے تھے۔ مگر ولادت کے ارہاصات کو جادو قرار دینا ناممکن ہے۔ یہ تو قدرت خداوندی جو ہمیشہ نبی کی پشت پناہی کرتی ہے کی روشن دلیل ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت موسٰی علیہ السلام اپنے خدا کے حکم سے جب فرعون کے دربار میں حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں تو وہ بدبخت ید بیضا اور عصائے موسوی کی کرشمہ سازیوں کو 'جادو' کے تماشے قرار دیتا ہے۔ اگر وہ آپ کی ولادت باسعادت کے واقعات کو یاد کر کے فیصلہ کرتا تو قطعاً جادوگر کہنے کی جرأت نہ کرتا، پہلے تو اسے خواب میں جادوگر کی نہیں۔ نبی کی آمد سے مطلع کیا گیا تھا کیونکہ بتانے والوں نے بھی تعبیر کے طور پر یہ نہیں کہا تھا کہ ایک جادوگر پیدا ہونے والا ہے۔ بلکہ یہی کہا گیا تھا۔ ایک نبی تشریف لا رہا ہے۔ پھر نبی جس شان سے تشریف لایا وہی اس (فرعون) کے دعوئ خدائی کے ابطال کے لئے کافی تھا۔ ایک تو اس لئے خدائی کا دعوئ کر کے بھی دوسروں سے تعبیر پوچھنے کا محتاج ہے۔ ہاں ہاں وہ کیسا خدا ہے جو سوتا بھی ہے۔ خواب بھی دیکھتا ہے۔ اور پھر اس کی تعبیر بھی خود نہیں جانتا اور جب اسے تعبیر بتا دی جاتی ہے۔ تو اسے آنے والے کا علم نہیں۔ کہ کون ہے۔ کس کے گھر میں، کب پیدا ہو رہا ہے، علم نہ ہونے کی بنا پر بے گناہوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ یعنی بزعم خویش خدا ہو کر رحم سے بھی خالی ہے۔ اس ساری ناپاک اور بیہودہ کوشش کے باوجود جسے آنا تھا۔

آ کے رہتا ہے اور پھر اسی مردود کے گھر میں اپنی ماں کے دودھ سے پرورش پاتا ہے۔ گویا یقیناً فرعون میں خدا ہونے کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے اُن میں سے ایک بھی نہیں (اور نہ ہو سکتا ہے) نہ سونے سے پاک ہونا۔ نہ ہر چیز کو جاننا، نہ سب کچھ کر سکنا، نہ رحیم و کریم ہونا۔ اور اس کے بر عکس جس خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے اُس کا سچا خدا ہونا موسیٰ علیہ السلام کے ایک ایک واقعہ ولادت سے ظاہر ہو رہا ہے۔

گویا خدا تو خدا ہے اس کا بندہ موسیٰ علیہ السلام بھی اس شان و عظمت اور قوت و قدرت سے آراستہ ہو کر آیا ہے کہ فرعون کی ساری نام نہاد خدائی طاقتیں اس کے سامنے پر کاہ کی حیثیت نہیں رکھتیں۔ یہی جاہ و جلال سے تشریف لانے والے موسیٰ (علیہ السلام) جو راستے کی تمام فرعونی دیواریں توڑ کر بزم ہستی میں تشریف لائے ہیں۔ کل کلاں کو اُسی کی جھوٹی 'خدائی' کی کمر توڑنے کے لئے ہاتھ میں عصا لئے آتے ہیں تو کیا تعجب؟ اور کفر و شرک کی ظلمات میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو روشنی دکھانے کے لئے ید بیضا (روشن ہاتھ) دکھاتے ہیں تو کیسی حیرت۔ جس ہاتھ نے آغازِ شباب میں ایک ظالم (قبطی) کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اب اگر صاحب ید بیضا بن کر کفر و شرک کے کثیر التعداد علمبرداروں کو صفحہ ہستی سے ناپید کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا حق ہے۔

یہی صورتِ حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں بھی موجود ہے۔ اُن کے معجزاتِ مابعدِ بعثت کو کوئی کافر جادو کہنا چاہتا ہے۔ تو فرمائیے اُن کے خطبۂ مہد یعنی پنگھوڑے والی تقریر کو کیا عنوان دے گا اور جادو سے کیونکر تعبیر

کر سکے گا۔ آیئے اب اسی بنیاد پر سرورِ کونین خواجہ دارین امام الانبیاء سید المرسلین حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی سیرت قبل از بعثت کی طرف ۔ چالیس سال کی عمر شریف میں بعثت کا راز کیا ہے۔ یہی کہ نبوت کے اولین مخاطبین آپ کی سیرتِ طیبہ کو خوب دیکھ لیں اور اتنا طویل عرصہ آپ کو قریب سے دیکھ کر آپ کی بے مثال شخصیت کے بارے میں ایک متفقہ اور پختہ رائے قائم کر لیں۔ چنانچہ جب وہ سب کے سب بغیر کسی ادنٰی سے شبہ کے بیک آواز آپ کو 'الصادق' اور 'الامین' کہنے لگ پڑے تو بعثت بھی ہو گئی۔ یاد رہے 'الصادق' کا مفہوم اُن کے نزدیک ایسے سچے ہیں کہ جھوٹ آپ کی زبان پر آ ہی نہیں سکتا اور یونہی آپ ایسے امین ہیں کہ خیانت آپ سے سرزد ہو نہیں سکتی۔

اور یہ تصور کیوں ضروری تھا اس لئے کہ عالم غیب سے دنیا کو متعارف کرانا تھا اور عالم غیب سے دنیا کے متعارف ہونے کا ذریعہ زبان نبوت کے سوا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے لئے ایسا سچا شخص درکار ہے جس کی زبان پر جھوٹ آ ہی نہ سکے۔ خدانخواستہ اگر اُس کی زبان بھی مشکوک ہو گی تو عالم غیب سے متعارف ہونے کا ذریعہ نہیں رہے گا اور ایمان کا دارومدار غیب ماننے پر ہی ہے۔ (الذین یومنون بالغیب ۔ یعنی متقین وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں ۔ البقرۃ) اسی طرح بعثت کے بعد ان کے پاس خدا کی طرف سے وحی آیا کرے گی، اگر کسی معمولی سی چیز میں بھی ان سے خیانت نہیں ہو سکتی تو وحی خداوندی میں معاذ اللہ کسی خیانت کا تصور کیونکر ممکن ہے۔ یوں جانیے بعثت سے پہلے کی سیرت نبی کی حقیقت و حقانیت پر سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے اسی لئے قرآن پاک نے اس

دور ما قبل بعثت کو دلیل صداقت بناتے ہوئے حضور علیہ السلام کو اس طرح اعلان کرنے کا حکم دیا۔

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (یونس ۱۶)

ترجمہ: تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گذار چکا ہوں، تو کیا تمھیں عقل نہیں، (کنزالایمان)

اور کہ صفا پر تشریف لے جاکر حضور سرور کونین علیہ السلام نے قریش کے اجتماع سے فرمایا۔ بتاؤ! اگر میں تم سے بیان کروں کہ کچھ سوار تم پر حملہ کرنے کو اس نالے میں جمع ہیں تو میری بات سچ مانو گے؟ (اَکُنۡتُمۡ مُصَدِّقِیَّ) انھوں نے جوب دیا۔ نَعَمۡ مَا جَرَّبۡنَا عَلَیۡكَ اِلَّا صِدۡقًا ترجمہ: ہاں (کیونکہ) ہم نے تمھیں ہمیشہ سچ بولتے ہی دیکھا ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر سورۃ شعرا)

اس تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح نمایاں ہو گئی ہے کہ سیرت قبل از بعثت نبی کا سب سے بڑا معجزہ ہوتی ہے۔ تو جیسا تمہید میں بتایا گیا تھا کہ اس دور کی خداداد مخصوص قوتیں بھی تو سیرت کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔ کیا ان سے بھی یہ بات سامنے نہیں آتی کہ عام لوگوں کے برعکس ان کی یہ ماورائی طاقتیں بھی یقیناً کسی ما وراء ہستی کی نمائندگی کرتی ہیں۔ مثلاً شدید دھوپ میں حضور علیہ السلام کے سر پر بادل کا سائبان رہنا، درختوں کی شاخوں کا جھک جھک کر آپ کی نشستگاہ کی طرف آنا، بکریوں اور دوسرے جانوروں کا آپ کو قبل از بعثت سجدے کرنا، ٹیلوں اور درختوں سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آوازوں کا آنا، بحیرہ اور نسطورا جیسے

راہبوں کا آپ کے نبی آخر الزمان ہونے کی تصدیق کرنا اور اپنی تحریف شدہ الہامی کتابوں میں دی گئی علامات سے آپ کو پہچاننا کیا آپ کی حقانیت کے روشن دلائل نہیں۔ ان راہبوں کا گواہی دینا کوئی راز کی بات تو نہیں تھی، آپ باقاعدہ دونوں بار ایک ایک قافلے کے ساتھ تھے۔ کیا اس گواہی کو جادو کہا جاسکتا ہے۔ تیسرے سفر کے ایسے ہی واقعات جب میسرہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کئے تھے تو کیا یہی اُن کی طرف سے نکاح کی پیشکش کا سبب نہیں بنے تھے اور آخر میں اُن کے اولین مومنہ ہونے کا ذریعہ نہیں ہوئے تھے۔ یہیں سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ اگرچہ بظاہر یہ دونوں تجارت ہی کے سفر تھے مگر باطن میں یہ بھی تبلیغ دین کے لئے تھے۔ حکمت یہ تھی کہ شرکائے تجارت خوب جان لیں جس کو وہ محض ایک تاجر کی حیثیت سے اپنا رفیق سفر جانتے ہیں۔ اس کی رسالت کا شہرہ چار دانگ عالم میں گونج رہا ہے۔ اور اُس وقت سے گونج رہا ہے جب ان توریت اور انجیل کے ماہرین کے زیر مطالعہ رہنے والی کتابیں اپنی اصلی حالت میں آسمان سے نازل ہوئی تھیں۔

(بلکہ اس سے بھی بہت پہلے سے) یہ تو حضور پرنور ﷺ کے اپنے سفر کا حال ہے۔ آپ کے علاوہ بھی مکہ معظمہ کے لوگ عموماً تجارت کے لئے یا بعض راہ حق کی تلاش میں دوسرے ممالک کی طرف نکلے تو کتنے ہی باخبر راہبوں نے انھیں یہی بتایا کہ جلد واپس جاؤ، نبی آخر الزمان ﷺ کے ظہور کا یہی دور ہے۔

مختصر یہ کہ بعثت سے پہلے آپ ﷺ نے تو اپنی نبوت و رسالت کا اعلان نہیں فرمایا مگر قدرت باری تعالی خود اس کا مختلف ذرائع سے اعلان پہ اعلان

کر رہی ہے۔ کسی کو خواب کے ذریعے، کسی کو کسی راہب کے وسیلے سے، کوئی مخصوص ستارہ دیکھ کر پہچان گیا ہے۔ کوئی مہر نبوت کو دلیل ٹھرا رہا ہے، کوئی اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے، یہ سب کچھ اسی لئے تھا کہ بعثت سے پہلے دلائل کو عام کر کے بعثت کے بعد کسی کو نبوت و رسالت کی تصدیق میں ہچکچاہٹ نہ محسوس ہو۔ چنانچہ یہی حکمت تھی اُن ارہاصات میں جو ولادتِ باسعادت کے موقعے پر دیکھنے والوں نے دیکھے۔ یہ واقعات اپنی نوعیت میں عجیب اور انوکھے تھے کیونکہ ان کے ذریعے ایک ہستی کا تعارف کرانا مقصود تھا جو ساری دنیا میں سب سے عجیب اور انوکھی ہے۔ گویا واقعات کا انوکھا پن یہ اعلان کر رہا تھا کہ

محمد عجیب و غریب آگئے ہیں

مگر اس میں حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کا تعارف ہی نہیں تھا۔ آپ کے مقصدِ بعثت کا تعارف بھی تھا۔ یوں جانیے آپ ﷺ حضرت سیدنا عبداللہؓ کے کاشانۂ اقدس میں سیدہ طیبہ و طاہرہ حضرت آمنہؓ کی گود میں کیا تشریف لائے، قدرت نے رحمت و رافت کے نقاروں کی گونج میں اعلان کر دیا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لے آئے رسول۔

گویا حضور انور ﷺ کی تشریف آوری ہی منصبِ رسالت کے ساتھ تھی (گو اس کا باقاعدہ اعلان مذکورہ حکمتوں کے تحت چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا) لہٰذا اس موقع پر بھی مختلف طریقوں سے ان تمام اہم عقائد و

اعمال کا اعلان کر دیا گیا جو آپ کی تعلیماتِ نبوت کے زیادہ نمایاں عنوان ہیں۔

خدائے واحد ہی عبادت کے لائق ہے۔ ولادت باسعادت کے موقع پر آپ نے سب سے پہلے بارگاہ ربوبیت میں سجدہ نیاز پیش کیا (جیسا کہ حضرت سیدہ آمنہ کے ارشادات کے حوالے سے گزرا) اور آپ کی شہادت کی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور باقی سب انگلیاں بند تھیں۔

توحید و رسالت کی گواہی ۔ آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ کی روایت کے مطابق آپ نے سجدے سے سر اٹھا کر بزبان فصیح فرمایا

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(ترجمہ : اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اللہ کا رسول ہوں) (شواہد النبوۃ)

اور بعض روایات میں حالتِ سجدہ میں امت کے لئے بخشش کی دعا بھی منقول ہے۔ اسی لئے مجددِ ملت فاضل بریلوی فرماتے ہیں

پہلے سجدے پہ روزِ ازل سے درود
یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام

شرک کی بیخ کنی ۔ توحید کی تکمیل و غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ شرک کا قلع قمع کیا جائے اور یہ حضور پُر نور ﷺ کی بعثت کا بنیادی تقاضا تھا، چنانچہ ولادت باسعادت کے موقع پر اس کا اظہار کئی طریقوں سے ہوا۔ مثلاً

۱۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں (اس شبِ میلاد میں) تمام بت جو کعبہ اور اس کے اردگرد نصب کئے ہوئے تھے۔ اوندھے گر گئے۔ جبکہ سب

سے پہلے بڑا بت جس کا نام ہبل تھا۔ منہ کے بل گرا تو اس کے اندر سے آواز آئی خبردار نبی آخر الزمان (ﷺ) تشریف لے آئے ہیں اور ان کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ (شواہد النبوۃ، مدراج النبوۃ)

۲۔ فارس کا آتشکدہ جو ہزار سال سے روشن تھا (جس کی پرستش ایران کے مجوسی کیا کرتے تھے۔ حضور پُر نور ﷺ کے دنیا میں تشریف لاتے ہی بجھ گیا۔)

۳۔ بحیرہ ساوہ ہمدان درے کے عین وسط میں واقع تھا۔ اس میں کشتیاں چلتی تھیں بت خانے اور مندر تھے۔ یہ بھی اسی وقت یکدم خشک ہو گیا۔

۴۔ وادیٔ سماوہ ایک ہزار سال سے خشک تھی، یکایک بہنے لگی۔ (یہ بھی اہل شرک کی آماجگاہ تھی)

ہمہ گیر بعثت : حضرت سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردے اُٹھا دیئے تو میں نے زمین کے مشارق و مغارب دیکھ لئے اور میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور تیسرا کعبے کی چھت پر نصب تھا (زرقانی)۔ گویا اشارہ تھا کہ حضور ﷺ مکہ معظمہ میں (خانہ کعبہ کے پاس ہی) مبعوث ہوں گے اور تمام دنیا کے رسول ہوں گے۔

شہنشاہ ارض و سما : اس موقع پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور قدسیان و حور عین کا سیدہ آمنہ کے حجلہ عرش آستان پر سلامی کے لئے حاضر ہونا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضور پُر نور ﷺ امام الانبیا اور شہنشاہِ ارض و سما ہیں

نیز جنت اور اہل جنت سب ان کے زیر نگیں ہیں۔ یونہی حضرت مریم، حضرت آسیہ اور حضرت حوا کا حضرت آمنہ کی خدمت کے لئے آنا بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کے لختِ جگر ہر عالم کے لئے رحمت ہی نہیں ہر عالم میں باذنہ تعالیٰ متصرف ہیں۔ خصوصاً یہ کہ مخدومِ اولین و آخرین ہیں۔

جامعِ کمالات : گذشتہ صفحات میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ کی ولادت کے وقت کچھ ایسی آوازیں آرہی تھیں کہ انھیں مختلف انبیاء کرامؑ کے کمالاتِ سیرت عطا کردو۔ یہ گویا قرآنی الفاظ **فبھدٰھم اقتدہ** (یعنی تو تم ان (پیغمبروں) کی راہ چلو" مفسرین کے نزدیک مراد یہ ہے کہ سب انبیاء کرام کے اخلاق و کمالات کے جامع ہو جاؤ۔" (الانعام آیت نمبر ۹۰) کی تفسیر کا اولین عملی ظہور تھا۔ اسی کے ضمن میں ان کے علمی و اعجازی کمالات بھی شامل ہیں۔ اسی کے ساتھ رضوانِ جنت کی یہ بشارت بھی شامل کریں کہ یا محمد! کسی نبی کا علم نہیں جو آپ کو نہ دیا گیا ہو۔

باذنِ خداوندی مالک و قاسم ہونا : یہ روایت بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ایک آواز آرہی تھی۔ محمد ﷺ نے فتح و نصرت اور بیت اللہ کی کنجیوں پر قبضہ کرلیا (قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلٰی مَفَاتِيحِ النَّصْرِ وَ عَلٰی مَفَاتِيحِ الْبَيْتِ

"ایک روایت میں ہے قبض محمد علی مفاتیح النصرہ و مفاتیح الربح و مفاتیح النبوۃ یعنی قبضہ کرلیا محمد ﷺ نصرت، نفع اور نبوت کی کنجیوں پر اسی روایت میں علی الدنیا کلھا یعنی سب دنیا پر قبضہ کرلیا۔ (مولد العروس صفحہ ۲۹"

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرور دین و دنیا اور باذن پروردگار ساری مخلوق کے مالک و مختار ہونے کی طرف اشارہ تھا۔ اسی حقیقت کو بعثت کے بعد یوں ظاہر کیا گیا۔

(۱) وَ اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ (بخاری کتاب الجنائز) ترجمہ: اور بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئیں۔

(۲) وَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ (بخاری) ترجمہ: اور میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ ہی عطا فرمانے والا ہے۔

مشرق و مغرب کی سیر: ولادت کے فوراً بعد مشرق و مغرب کی سیر کرایا جانا اور ساری مخلوق کو آپ کے انوار سے شناسا کرایا جانا آپ کے صاحبِ معراج ہونے کی دلیل بھی ہے اور اس سے اہل دنیا کو ان کے رسول اور داتا کا پتا بتانا بھی مقصود ہے۔ حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بعثت کے بعد کا یہ فرمان سنیے۔

مَا مِنْ شَیْئٍ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا کَفَرَۃُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (طبرانی معجم کبیر) ترجمہ: کافر جنوں اور انسانوں کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو۔

آپ کا سراپا طہارت و نظافت ہونا: حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منسول، مکحول، مدہون اور مختون تشریف لانا آپ کی فطری طہارت و یکتائی کی بے مثال دلیل ہے۔ نیز اس سے خداوندِ قادر و کریم کے علی کل شی قدیر ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ یہ گویا جامعِ کمالات انبیاؑ کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔ آپ کی

مثلیت اور بشریت محضہ کی رٹ لگانے والوں کو سوچنا چاہیئے کہ حضور پر نور ﷺ کی اس معجزانہ طہارت ونظافت کا جواب اس دنیا میں کہاں ممکن ہے۔دوسری روایات کے مطابق آپ بدر کامل کیطرح چمک رہے تھے اور آپ سے نہایت پاکیزہ خوشبو آ رہی تھے۔

نور اور مشاہدہ

حضور پر نور ﷺ کے مندرجہ بالا کمالات کہ آپ جب دنیا میں تشریف لائے تو غسل شدہ تھے آنکھوں میں سرمہ لگا تھا' جسم پر تیل ملا ہوا تھا نیز آپ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ تھے۔ غور کریں تو یہیں سے نور و بشر کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے وہ یوں کہ اگرچہ آپ لباس بشریت میں جلوہ گر ہوئے ہیں آپ کی حقیقت نور ہے اور آپ کی فطری طہارت ونظافت آپ کے اصل نور ہونے کی طرف اشارہ ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمان کہ مجھ سے ایک نور نکلا جس سے مجھ پر مشرق و مغرب روشن ہو گئے چنانچہ اسی روشنی میں میں نے بصری کے اونٹوں کی گردنیں اور ایک روایت کے مطابق ملک شام کے محلات بھی دیکھ لئے۔ غور فرمائیے جس نور کی روشنی میں زمین کے تمام گوشے نظر کے سامنے آگئے ہیں اس نور کے اپنے مشاہدے کی کیا کیفیت ہو گی اور ارض و سما کی کونسی چیز اس سے مخفی رہ سکے گی

اور کوئی غیب کیا' تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا' تم پر کروڑوں درود

اب اس کی روشنی میں اس حدیث پاک پر غور فرمائیں جو بعثت کے بعد نطق رسالت سے صادر ہوئی۔

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ اِلَيْكُمْ لَيْسَ بِوَهْنٍ وَّلَا كَسَلٍ لِيُحْيِيَ قُلُوْبًا غُلْفًا وَيَفْتَحَ اَعْيُنًا عُمْيًا وَ يُسْمِعَ اٰذَانًا صُمًّا وَ يُقِيْمَ اَلْسِنَةً عُوْجًا حَتّٰى يُقَالُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ. (سنن دارمی) ترجمہ : بیشک تشریف لایا تمھارے پاس وہ رسول تمہاری طرف بھیجا ہوا جو ضعف و کاہلی سے پاک ہے تا کہ وہ رسول زندہ فرما دے غلاف چڑھے دل اور وہ رسول کھول دے اندھی آنکھیں اور وہ رسول شنوا کردے بہرے کانوں کو اور وہ رسول سیدھی کردے ٹیڑھی زبانوں کو یہاں تک کہ لوگ کہہ دیں کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہیں (الامن والعلی)

مشرق و مغرب کی ہر چیز کا روشن ہونا تو محبوب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی جہانگیر رسالت کی طرف اشارہ ہے جس کے نورِ ہدایت سے ساری دنیا منور ہونے والی تھی۔ اس مشاہدے کے دوران خصوصاً ملک شام کا ذکر اس حقیقت کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ کہ نور نبوت کی جلوہ فرمائیوں کو اس سر زمین سے خصوصی تعلق ہے (چنانچہ اس ملک شام کے فضائل میں بہت سی احادیث موجود ہیں)

ولادت شریفہ اور زماں و مکاں کا شرف : آپ کی تشریف آوری ربیع (موسم بہار) میں ہوئی اور مہینے کا نام بھی ربیع الاول (یعنی پہلی بہار) ہے کسی نے خوب فرمایا۔

رَبِیْعٌ فِیْ رَبِیْعٍ فِیْ رَبِیْعٍ
وَنُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ فَوْقَ نُوْرٍ

میلاد کا موسم و مہینہ اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ تشریف لانے والا اصل بہاراں اور جان بہاراں ہے۔ آپ کے تشریف لاتے ہی

ہوا بدلی، گھرے بادل، کھلے گل، بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہارِ جانفزا آئی گلستاں میں

یہی وہ سال تھا جس کو "عام الفیل" کہتے ہیں۔ ابرہہ کے لشکر کی تباہی کا منظر اہل مکہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اس لئے وہ بتوں کی کارسازی بلکہ 'خدائی' کے عقیدے سے بھی تائب ہو گئے، سات سال تک اس واقعے کے اثرات اُن کے فکر و نظر پر چھائے رہے اور وہ دامنِ توحید میں آباد ہو کر شرک سے بالکل پاک رہے۔ مگر افسوس پھر اُنہوں نے دوبارہ بت پرستی شروع کر دی (ضیاء القرآن بتصرف)۔ بہر حال جس وقت حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ مکہ معظمہ کی فضا جلوہ توحید سے جگمگا رہی تھی۔ اس سے ایک اور سبق بھی ملتا ہے اور مکہ معظمہ کے باسیوں کو اس کا مشاہدہ کرایا جانا ضروری تھا۔ وہ یہ کہ کعبے کے دشمن پر خدا کے قہر و غضب کی برقِ باطل سوز اس طرح گرتی ہے تو جو اس کے حبیب اعظم ﷺ کے مخالف ہوں گے۔ اُن کا حشر کیا ہو گا۔

حضور ﷺ کا پیر کے دن کو شرف بخشنا بھی حکمت خداوندی سے خالی نہیں۔ پیر کو عربی میں 'یوم الاثنین' کہتے ہیں۔ یعنی دوسرا دن، گویا یہ آپ کے بعد از خدا بزرگ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

وُلِدَ رَسُوْلُ اللهِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ نُبِّئَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ هَاجَرَ

إِلَى الْمَدِيْنَةِ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَتَزَوَّجَ بِخَدِيْجَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَ الْاِثْنَيْنِ وَ تُوُفِّي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ (مولد العروس)

ترجمہ: حضور ﷺ کی ولادت، بعثت، مدینہ منورہ کو ہجرت، حضرت خدیجہ کے ساتھ نکاح پیر کے دن ہوا۔ آپ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے، وصال بھی پیر کو ہوا۔

آپ اس وقت دنیا میں جلوہ افروز ہوئے جب صبح صادق طلوع ہو رہی تھی۔ گویا ظلم و ستم، وحشت و جہالت کی رات جا چکی اور نئے دور کا پیغمبر نیا نظام لے کر دنیا کو علم و عرفان کی نئی صبح صادق سے منور کرنے تشریف لا چکا (ﷺ) چونکہ آپ رحمۃ للعٰلمین بن کر ساری دنیا کو فیضیاب کرنے آئے تھے اس لئے آپ کے ظہور کے لئے وہی شہر سب سے زیادہ مناسب تھا جو ساری دنیا کے وسط میں ہے۔ علمائے لغت کے نزدیک 'مکہ' کا معنیٰ ہے 'ناف' چونکہ جسم کے تقریباً درمیان میں ہوتی ہے۔ یونہی مکہ معظمہ بھی دنیا کے تقریباً وسط میں ہے (کرہ ارض پہ آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ اور نصف ۶۰ ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمالی سے تفریق کریں تب ۲۰ رہ جاتے ہیں اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوب کو تفریق کر دیں تو تب بھی ۲۰ درجہ شمالی رہ جاتے ہیں۔ اور مکہ معظمہ 21-1/2 درجے پر آباد ہے۔ اس لئے کل کرہ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ کہ عرض بلد میں مکہ وسط حقیقی کے قریب تر واقع

ہوا ہے ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے ہے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہوا اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہ ہائے عرض بلد شمال پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول اور مغرب میں حبشی و ہامائٹ 'نسل عام' اور ریڈ انڈینز 'امریکہ کے اصلی باشندے) اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا حد نظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالباً اس لئے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ و جعلنا کم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء (رحمۃ اللعلمین) آپ دیکھتے ہیں امام درمیان میں کھڑا ہوتا ہے تو امام اولین و آخرین کو بھی تو درمیان ہی میں قیام فرمانا چاہئیے تھا۔

ولادت کے لئے ملک عرب کا انتخاب بھی اسی حکمت کے تحت ہوگا کہ یہ ملک دنیا کے تین براعظموں (ایشیا، افریقہ اور یورپ) کے سنگم میں واقع ہے۔ پھر یہ لوگ ساری دنیا میں سب سے زیادہ تہذیب ناآشنا تھے۔ یہی نہیں کہ ملک عرب، ہند، مصر یا یونان کی طرح معروف مرکز تہذیب نہیں تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں علم و حکمت کے سب سے زیادہ دشمن اسی علاقے کے لوگ تھے۔ ایسے علاقے میں علمی و تہذیبی انقلاب لانا اور ایسا لانا کہ پھر اسی علاقے کے لوگ ساری دنیا کے معلم و امام بن جائیں۔ رسالتِ محمدی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کی نہایت چمکتی ہوئی دلیل ہے۔

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کئے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

آزادی کا پیغمبر ﷺ : آپ کی ولادت باسعادت سے چند لمحے بعد آپ کے کافر چچا ابو لہب کو اُس کی کنیز ثویبہ (رضی اللہ عنہا) جو آپ کی ایک رضاعی ماں بنے کا شرف بھی حاصل کئے ہوئے ہیں۔ یتیم ﷺ عبداللہؓ کی ولادت کی خوشخبری دیتی ہیں تو وہ انگلی کے اشارے سے اُنہیں آزاد کر دیتا ہے۔ اس آزادی کا ابو لہب کو کیا ملا۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق اُسے قبر میں ہر پیر کے دن اسی انگلی کے ذریعے کچھ پلایا جاتا ہے۔ چنانچہ کثیر التعداد محدثین اور شارحین حدیث کے نزدیک حضور پُر نور ﷺ کو برادر زادہ سمجھ کر آپ کی ولادت کی خوشی سے بدترین اور مذموم ترین کافر کو یہ ثمر مل سکتا ہے۔ تو مومن موحد جو آپ کو رسول اللہ مان کر میلاد منائے۔ اُس کے اجر کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ مگر اس میں ایک خاص اور نکتہ بھی تو ہے۔ وہ یہ کہ حضور پُر نور ﷺ جو غلاموں اور کنیزوں کی آزادی کے علمبردار بن کر آئے ہیں۔ اُس کا ظہور بھی بہترین طریقے سے ہو رہا ہے۔ یعنی فرش زمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازتے ہی سب سے پہلا کام جو بنی نوع انساں کے بارے میں کیا ہے وہ ایک ستم رسیدہ مملوک کو آزادی دلانے کا ہے۔ خصوصاً وہ (یعنی عورت) جنس کا پرسان حال خصوصاً اُس معاشرے میں کوئی نہیں تھا۔ اور پھر عجب تر یہ کہ آزادی بھی دشمن کے گھر سے ہے۔ اللہ، اللہ! کیا یہ آپ کے رحمتِ تمام خیر مجسم اور متصرف و مختار ہونے کی علامت نہیں کہ بدترین ظالموں اور مخالفوں سے بھی آزادی دلوا لیتے ہیں۔ آج بھی حضور پُر نور ﷺ کے بعض دشمن اگر انسانی آزادی کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ تو سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ بھی حضور پُر نور ﷺ کا صدقہ ہے۔ (مگر تیرہ دل

مخالفین اپنے اندھے پن کی وجہ سے اسے نہیں سمجھتے) اور پھر ایک اور بات کہ حضور ﷺ تریسٹھ برس کا عرصہ گزار کر جب دنیا سے تشریف لے جانے لگتے ہیں تو آخری وقت بھی (بطور وصیت دو باتوں کا ذکر فرماتے ہیں) اَلصَّلٰوۃُ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ یعنی نماز اور غلاموں کا خیال رکھو۔

حضور پُر نور سراپا رحمت و سرور ﷺ کو اس مظلوم و مقہور طبقے کا کتنا خیال تھا۔ اس کا کچھ ادراک حاصل کرنے کے لئے اتنی سی بات ہی کافی ہے کہ دنیا میں تشریف لائے، تو غلاموں کی آزادی کا منشور عملاً شروع فرمادیا (گویا خدا کے ہاں سے یہ پروگرام لے کر تشریف لائے ہیں) اور دنیا سے تشریف لے جانے لگتے ہیں۔ تو ہزاروں لاکھوں کی آزادی کا اہتمام کرنے کے بعد جاتے ہوئے بھی ان کی آزادی کا ذکر کر کے جاتے ہیں (گویا جہاں جارہے ہیں، وہاں بھی انھیں یاد رکھیں گے) پھر آخر میں وصیت کے طور پر نماز کے ساتھ اسے ملانا گویا س لئے ہے کہ یہ بھی نماز کی طرح اہم ہے اور عبادت ہے۔ یہ نکات تھے چند واقعاتِ میلاد سے متعلق۔ آیئے ایک دو باتیں واقعات رضاعت کے بارے میں کرتے جائیں

<u>تاجدارِ ختم نبوت کی بیکس پروری :</u> بنو سعد کی دائیاں امراء کے بچے حاصل کرنے جب مکہ معظمہ میں آئیں تو سب سے آخر میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا پہنچیں۔ یہی سب سے مسکین و غریب اور تنگی و ترشی حالات کی زد میں تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ انھیں کو دیکھ کر مسکرائے اور اُن کی یہ قبولیت کی طرف اشارہ تھا۔ (بعض تصریحات ملتی ہیں) کہ دوسری دائیوں کی طرف آپ

نے توجہ ہی نہیں فرمائی جیسا کہ مولد العروس میں علامہ ابن جوزیؒ نے تحریر کیا ہے) آخری نبی ﷺ کا آخری دائی کو قبول فرمانا حکمت سے خالی نہیں تھا۔ اور پھر اُس خاتون کو نوازنا جس کے لئے سارے دروازے بند ہو چکے تھے۔ رحمۃ للعلمین کی خصوصی ادائے رحمت ہے۔ (ختم نبوت کے اندر بھی تو یہ نکتہ ہے کہ بنی نوع انساں کے لئے باقی سارے دروازے بند ہو گئے ہیں) اب فیض کے لئے ایک ہی دربار ہے، ایک ہی دروازہ ہے، ایک ہی دہلیز ہے۔

در ہا ہمہ بستند الا درِ تو

تا رہ نہ برد غریب الا برِ تو

(اے محبوب علیک الصلوۃ والسلام)! تیرے دروازے کے سوا سب دروازے بند ہیں تاکہ مسافر کو تیرے حضور آنے کے سوا چارہ ہی کوئی نہ ہو)

عدل و مساوات کا معلم اعظم ﷺ: حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی معاشرتی و تمدنی تعلیمات کا ایک اہم عنوان ہے۔ عدل و مساوات۔ اس کا آغاز بھی آپؐ نے دنیا میں آتے ہی کر دیا۔ انسانوں کو انسانوں کا بندہ بنا کر اُنھیں حاکم و محکوم کے طبقوں میں تقسیم کرنا (یعنی ایک طبقہ اُمرا کہ حکومت ہی کرے اور ایک طبقہ غربا کہ غلامی و خدمت ہی کرے) حضور پُر نور ﷺ کے مقاصدِ بعثت سے متصادم تھا۔ اس لئے دنیا میں تشریف لاتے ہی شاہ ایران کے محل کے سب کنگرے متزلزل ہوئے اور اُن میں چودہ زمین پر بھی آ رہے گویا یہ ظالمانہ ملوکیت کے خاتمے کی علامت تھی۔ حضرت ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی روایت کے مطابق سب بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے اور سب تاجوروں کے تاج زمیں پر گر

گئے، اسی حقیقت کی مزید وضاحت تھی (حضرت سیدہ آمنہؓ کا اسے بیان کرنا جبکہ آپ اپنے نور نظر کے نور سے زمین کے مشارق و مغرب کو دیکھ رہی تھیں گویا چشم دید واقعہ ہے اور ناقابل شک دار تیاب ہے)

اب رضاعت کے موقع پر آپ کا حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ایک پستان کو اختیار کر کے دوسرے کو منہ نہ لگانا اور اُسے اپنے رضاعی بھائی حضرت عبداللہ کے لئے چھوڑ دینا۔ آپ کے عدل و انصاف کی نہایت ہی چمکتی ہوئی دلیل ہے۔ بقول فاضل بریلوی قدس سرہ القوی

بھائیوں کے لئے ترکِ پستاں کریں

دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

پھر حضرت حلیمہؓ کے دودھ میں برکت (کہ پہلے یہ بچہ بھی ساری رات روتا رہتا تھا) اور ساتھ ہی اونٹنی کے سوکھے تھنوں سے یکایک دودھ کی برسات۔ یقیناً حضور پُر نور ﷺ کے صاحب کوثر مالکِ خیر کثیر اور نائبِ خیر الرازقین ہونے کی دلیل ہے۔

اُس کی بخشش، ان کا صدقہ

دیتا وہ ہے، دلاتے یہ ہیں

رب ہے معطی، یہ ہیں قاسم

رزق اُس کا ہے، کھلاتے یہ ہیں

ترقی و پیشوائی کا راز: حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب مکہ مکرمہ کی طرف آئی تھیں۔ اونٹنی اور گدھی کے مریل ہونے کی وجہ سے ہی سب سے پیچھے بلکہ بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ اب حضور پُر نور ﷺ سوار ہوئے تو دونوں جانور ایسی چالاک و طیار ہو گئے کہ سب سے آگے بہت آگے نکل گئے۔ دوسری دائیاں حیران تھیں کہ سواری اگر وہی ہے تو اب اتنی تیز کیوں ہے۔ اس سے یہ نکتہ بھی پوشیدہ ہے۔ اب ترقی و عظمت کا انحصار حضور ﷺ کی نسبت (غلامی) پر ہے۔ جو قوم حضور ﷺ کی تعلیمات کو اپنے نفس پر اور فکر و عمل پر سوار کرے گی، اقوام جہاں سے آگے نکل جائے گی۔ اور یونہی جو فرد آپ کی تعلیمات و ہدایت کو اپنے نفس پر سوار کر لے گا، دوسرے افراد کے مقابلے میں امتیازی حیثیت سے آگے نکل جائے گا۔ بات صرف محبوبِ خدا ﷺ سے وابستگی کی ہے۔ ہماری اجتماعی وانفرادی ترقی کا انحصار آپ کی اتباع پر ہے۔ حضور شافع یوم النشور ﷺ امام الکل ہیں تو حضور ﷺ کی امت امام الامم، جو ان کا ہو جائے گا۔ سب اس کے ہو جائیں گے۔ خدائی بھی اور خدا بھی۔ اقبال فرماتے ہیں، خداوند کریم کا یہی اعلان ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں۔

دنیا کی پیشوائی و رہنمائی کا عظیم منصب آخری نبی ﷺ کی آخری امت کے لئے ہے۔ اس کا ظہور تب ہو گا، جب امت اپنے مقام سے آشنا ہو گی اور غلامی، رسول ﷺ کے تقاضے پورے کرے گی۔ میلاد کے منکرین اے

کیا سمجھ سکتے ہیں۔اُن کی منفی سوچ کا منشا ہی کچھ اور ہے۔ہاں میلاد منانے والوں کو اس نکتے پر غور کرنا چاہیئے کہ اصل میلاد اور روح میلاد یہی ہے۔

اگر خدانخواستہ کوئی شخص جھنڈیاں لگا کر ، جلوس نکال کر اور کچھ نعروں کا اہتمام کر کے یہ سمجھتا ہے کہ میلاد منانے کا حق ادا ہو گیا ہے۔ تو وہ شدید غلط فہمی کا شکار ہے۔اس قسم کی رسمیں بھی ضروری ہیں کہ ان سے حضور پُر نور ﷺ سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر اس کی روح تو یہ ہے دامنِ مصطفےٰ ﷺ سے سچی اور مکمل وابستگی اختیار کی جائے اور قوم میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کا دارمدار نبی آخرالزمان ﷺ کی محبت و اطاعت پر ہے۔ حضور ﷺ کی محبت جان ایمان اور (آپ کی) اطاعت اصل اسلام ہے۔ خیال فرمائیے اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے دنیا میں قدم رکھتے ہی گویا اپنے مستقبل کے پروگرام اور برپا ہونے والے انقلاب اور اس کی افادیت کا اعلان کر دیا اور اس کے باوجود میلاد منانے والوں کو عمر بھر آئین مصطفےٰ اور اس کی عظمت و برکت کا احساس نہ ہو کتنی تکلیف دہ بات ہے۔

ہاں ہاں ! اے میلادِ رحمۃ للعلمین منانے والے خوش نصیب مسلمانو ! واقعات کی ایک ایک شق پر غور کرو اور جشن میلاد اس طرح مناؤ کہ تمہاری سیرت اسوۂ حسنہ کی شعاعوں سے مستنیر ہو۔ تمہاری صورت جمال والضحیٰ کے انوار و تجلیات کا پر تو ہو۔ تمہاری زبان ہی نہیں دل بھی اور تمہارا ظاہر ہی نہیں، باطن بھی جھوم جھوم کر سرکار ابد قرار ﷺ کے نام نامی پر قربان ہو رہا ہو۔ سراپا خیر (ﷺ) کا ذکرِ خیر سن کر تمہارا وجود بزمِ وجود کے لئے پیغام خیر بن گیا ہو

تمہاری فکر نور کے سانچے میں ڈھل جائے اور 'عقل' نے 'عشق' کی چادر اوڑھ لی ہو۔ آقا و مولا ﷺ کے تشریف لاتے ہی مشارق و مغارب چمک اُٹھیں اور شمال و جنوب جگمگا اٹھیں۔ تو کیسا غضب ہے کہ ہم اُنھیں کا میلاد منانے والے خود ظلمت فکر اور ظلمتِ عمل میں اسیر ہوں جس مطلعِ نور ﷺ نے دھرتی پہ قدم دھرتے ہی ساری دنیا کو بقعۂ نور بنا دیا ہو۔ کیا قیامت ہے اس کے امتی عقل و علم کا نور تلاش کے لئے دوسروں کے دروازوں پر دستک دیں (حالانکہ اپنے نبی کا میلاد منانے کے ناتے سے اب نور کی نشر و اشاعت ہمارے ذمے ہے) آج ضرورت ہے اس طرح میلاد منانے کی دنیا سے ظلم و ستم کا قلع قمع کر دیں۔ آج ضرورت ہے اس طرح میلاد منانے کی کہ انسانوں کو انسانوں کا غلام بنانے والے سارے فلسفے حرف غلط کی طرح مٹا دیے جائیں۔ آج ضرورت ہے اس طرح میلاد منانے کی کہ زمین عدل و مساوات سے بھر جائے۔ آج ضررورت ہے اس طرح میلاد منانے کی کہ کس نباشد در جہاں محتاج کس (یعنی دنیا میں کوئی کسی کا محتاج نہ رہے)

ہاں ہاں اے سچے نبی ﷺ کے سچے غلامو ! اُٹھو اور حرص و ہوس کے آتشکدے بجھا دو، اُٹھو اور رنگ و نسل و زبان کے بت اوندھے منہ گرا دو۔ اُٹھو اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مجبور و مقہور انسانوں کے لئے آزادی کا پیغام بن جاؤ، اُٹھو اور دنیا بھر کے باطل پرستوں، انصاف دشمنوں، ستم کیشوں اور دہشت گردوں کے خلاف، سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللهِ مَسْلُوْلٌ کی کاٹ بن کر بیکسوں، کسمپرسوں، ستم رسیدوں کے لئے سیدہ آمنہؓ کے لال کی نویدِ امن بن جاؤ، آج اسلام کے دشمن امت مسلمہ پر اپنا نیو ورلڈ آرڈر مسلط کرنا چاہتے ہیں تو

اے میلاد منانے والو! میلاد کی انقلاب آفرینی سے سرشار ہو کر خود جاگو، ملت کو جگاؤ اور پھر پوری دنیا کو جگا کر بزمِ ہستی کو میلاد دشمن شیطان کے فرزندوں، چیلے چانٹوں اور وارثوں کی مکروہ و مکارانہ سازشوں کی نحوست سے بچالو۔ تم خیر الامم ہو۔ سر تا سر ورلڈ آرڈر لانا تمہارا کام ہے۔ شر پرستوں کا نہیں۔ لہٰذا میلاد اس طرح مناؤ کہ شیطان جس طرح صبح میلاد روتا تھا اور اپنی تباہی و بربادی پر ماتم کناں تھا۔ اب پھر روئے، چلائے اور تمہارے نیو ورلڈ آرڈر سے ماتم کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اگر حضور ﷺ کی سواری سے مشرف ہو کر جانور سارے جانوروں سے آگے نکل سکتے ہیں تو ہم دنیا بھر کی قوموں سے آگے کیوں نہیں نکل سکتے۔ ہم بھی اس محبوب یکتا ﷺ کی سچی نسبت سے سرشار ہو کر یکتا بن سکتے ہیں لہٰذا اے امتِ محبوب خدا ﷺ۔

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے۔

<u>میلادِ رحمت عالم کی امتیازی شان</u>: آپ نے حضرت موسیٰ کے میلاد شریف کے سلسلے میں پڑھا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام کیا تاکہ آپ کا ظہور ہی نہ ہو اور وہ اُن خطرات سے بچ جائے۔ جو آپ کی نبوت سے اس کی حکومت کو لاحق تھے۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق قتل ہونے والوں کی تعداد ۷۰،۰۰۰ (ستر ہزار) تھی۔ یوں سمجھئے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کی آمد پر اتنی عظیم قربانی دینی پڑی۔ یقیناً قوموں کی قربانی رنگ لاتی ہے۔ اگر اتنے بچے قتل کرا کے بھی کسی قوم کو موسیٰ علیہ السلام جیسی شخصیت مل جاتی

ہے تو اس کے لئے نقصان کا سودا نہیں۔

کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

پھر قوم نے موسیٰ علیہ اسلام کی برکات بھی دیکھ لیں۔ فرعون کی قوم پے در پے شکست رسوائی اور مختلف قسم کے عذابوں سے دوچار ہوئی (جن سے اسرائیلی بالکل محفوظ رہے) پھر آخر کار کئی لاکھ قوم کے سپوتوں کے ساتھ فرعون پانی میں بھی غرق ہو گیا۔ بنی اسرائیل کو آزادی ملی۔ من و سلویٰ ملا، اقتدار و اختیار سے نوازے گئے اور یہ سلسلہ صدیوں تک قائم رہا۔ یہ کس کی برکت تھی، جناب موسیٰ کی۔ ہمارے رحیم و کریم آقا ﷺ کے میلاد شریف میں ایک فرد بھی قتل نہیں ہوا۔ ہاں ایک تازہ امت کی نیو پڑی ایک نئے نظام کا تعارف ہوا۔ رحمت و برکت کی ہوائیں چلیں۔ بحر و بر میں خوشیوں کے شادیانے بجنے لگے، مسرت و بہجت نے ارض و سما کو اپنی آغوش میں لے لیا، مسرت و حرماں کا دور دورہ جاتا رہا۔ یاس و قنوط کے بادل چھٹ گئے۔ علم و عرفاں کے اجالے پھیل گئے۔ زندگی کے چہرے پر نکھار آگیا، عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کا لخت جگر عبدیت کے سدرۃ المنتہیٰ پر فائز ہو کر خدا کی اُن حدوں کو چھونے والا جنھیں قاب قوسین او ادنیٰ سے تعبیر کیا گیا، جلوہ گر ہوا تو بندگی کو معراج میسر آئی، سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا لال اسلام (یعنی امن) کا پیغمبر بن کے آیا تو گلشن ہستی خوف غیر حق کی باد سموم سے محفوظ و مامون ہو گیا۔

ہوا اقصائے عالم میں پکار آئی، پکار آئی

بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی

(سیدہ) حلیمہ ؓ کے راج دلارے کی جلوہ آرائی ہوئی تو انسانیت کے مرجھائے ہوئے نخل 'حلم' سے سرسبز و شاداب ہوگئے، رحم و کرم کے گلشن مہکنے لگے۔

غرض یہ تھا رحمت عالم ﷺ کا میلاد جو آپ کی شان رحمت کے شایاں تھا۔ یہاں زحمت و مصیبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ روایات میں آتا ہے کی رحمتِ خداوندی نے حضور پُر نور ﷺ کے سال ولادت کو ایسا بابرکت بنادیا تھا کہ اسے سَنَةُ الْفَتْحِ وَالْاِبْتِهَاج (کشائش اور تر و تازگی کا سال) کا نام دیا گیا۔

خصائص کبریٰ کی ایک طویل روایت کے مطابق اس سال آپ ہی کی تکریم کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام عورتوں کے لئے زینہ اولاد مقرر فرمائی اور یہ کہ کوئی درخت بغیر پھل نہ رہے۔ اور جہاں بدامنی ہو، وہاں امن ہو جائے۔ جب ولادتِ مبارکہ ہوئی تو تمام دنیا نور سے بھر گئی۔ فرشتوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ (اس روایت کے مزید دو جملے ملاحظہ ہوں "اور ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کے ستون بنائے گئے جن سے آسمان روشن ہو گئے ان ستونوں کو رسول ﷺ نے شب معراج دیکھا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشخبری کے لئے بنائے گئے تھے اور جس رات آپ کی ولادت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر کے کنارے مشکِ عنبریں کے ستر ہزار درخت پیدا فرمائے اور ان کے پھلوں کو اہل جنت کی خوشبو قرار دیا گیا)۔ موسیٰ علیہ السلام کے میلاد جیسی صورتِ حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے میلاد شریف کے وقت تھی (متعدد عورتوں کے حمل گرائے گئے جیسا کہ اس کا اجمالی تذکرہ مضمون کے ابتدائی حصے میں ہو چکا)

اب آیئے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے میلاد شریف کے خصوصی پہلو کی طرف۔ یاد رہے آپ کا بن باپ پیدا ہونا بھی معجزہ ہے اور پنگھوڑے میں

کلام فرمانا بھی معجزہ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دوسرے معجزے کی ضرورت ہی پہلے معجزے کی تصدیق اور وضاحت کے لئے پڑی۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اگر اس وقت اپنی نبوت کا اعلان نہ فرماتے تو قوم حضرت مریمؑ کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہو چکی تھی اور اُن کے خاندانی اور ذاتی تقویٰ و طہارت کے اعتراف کے باوجود یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ کسی کنواری ماں کے ہاں یوں بھی (محض قدرت خداوندی سے) بچے کی ولادت ممکن ہے۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے خطاب سے حاضرین کے شکوک و شبہات یقیناً دور ہو گئے مگر معاندین یعنی یہود نے اس سے کوئی سبق نہ لیا۔ اور اُنھوں نے آج تک عیسائیوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ عیسائیوں نے جان چھڑانے کے لئے یوسف نجار سے منگنی کا قصہ بھی گھڑا مگر اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکل سکا۔ (یعنی کہانی یہ کہ حضرت مریمؑ کی منگنی یوسف نجار سے ہو چکی تھی تاہم عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت میں اُسے کوئی دخل نہیں۔ آپ خدا کے بیٹے ہیں، اور کوئی آپ کا باپ نہیں، یہ ہے عیسائیوں کا مذہب مگر یہودیوں کی تسلی نہ ہوئی اور نہ وہ اپنی بکواس سے باز آئے۔ کتنے دکھ کی بات ہے جس امت کو عیسیٰ علیہ السلام کی صفائی پیش کی، آج عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں سے مل کر اُسی کو مٹانا چاہتے ہیں۔ معاذ اللہ)

ظاہر ہے عیسیٰ علیہ السلام کا فیض بھی چند صدیوں کے لئے تھا اور وہ بھی صرف ایک قوم بنی اسرائیل کے لئے، شریعت بھی دائمی نہیں تھی۔ نیز قدرتِ حق کا ایک عظیم جلوہ دکھا کر عقل کے بندوں کو خاموش کرنا بھی ضروری تھا لہٰذا اُن کی ولادت عام انسانوں کے طرز ولادت سے مختلف طور پر مقدر کی گئی،

کہ اُن کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات پھیل جاتے ہیں تو اتنے زیادہ نقصان کی بات بھی نہیں۔ نیز یہ بھی واضح تھا کہ آخری نبی اور آخری کتاب کے ذریعے ان تمام شکوک و شبہات کا تسلی بخش جواب دے کر حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی بے داغ سیرت کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا جائے گا۔

لہذا انھیں بن باپ پیدا ہونے کی عظمت عطا کر دی گئی۔ اس کے برعکس محبتِ خداوندی کا تقاضا یہ تھا کہ جس محبوب ﷺ کے لئے سارے عالم امکان کو معرض وجود میں لایا گیا ہے۔ اُس کی سیرت اتنی بلند اور ایسی واضح ہونی چاہئیے کہ بڑے سے بڑا دشمن کسی ایک بات پر بھی انگلی نہ اُٹھا سکے اور کسی کو بھی اس کے بارے میں کسی قسم کا شبہ پیدا نہ ہو۔ ایک تو اس لئے کہ یہ محبوب ختم نبوت کا تاجدار ہے۔ اور اس کی شریعت کو دوسری شریعتوں کی طرح منسوخ نہیں ہونا ہے لہذا آخر تک انسان اس کی سیرت و کردار اور خاندانی پس منظر کے بارے میں کسی بھی جھوٹے پروپیگنڈے کا یا شک و شبہ کا شکار نہ ہوں۔ نیز یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ اس محبوب ﷺ کو پہلے تمام انبیا علیہم السلام کی معصومیت کی گواہی دینا تھی (ورنہ تورایت وانجیل کے موجودہ محرف نسخوں میں انبیاء علیہم السلام کے بارے جو ہرزہ سرائی کی گئی۔ اُس کا جواب کیونکہ ممکن تھا۔ چونکہ صفائی کے گواہ کا کردار نہایت پاک صاف ہونا چاہئیے۔ اور اُسے ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہونا چاہئیے لہذا معجزہ ہوتے ہوئے بھی حضور اکرم ﷺ کا بن باپ کے پیدا ہونا آپ کی بے مثال شان و عظمت کے شایانِ شان نہیں تھا۔ گویا یوں سمجھئے تمام گروہ انبیاء میں جو خصوصیت حضرت عیسیٰؑ کو حاصل ہوئی اور وہ اُن کے حق میں کمال

بن گئی۔ حضور نبی آخر الزمان علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اتنی بلند ہے کہ وہ کمال ان کے لائق ہی نہیں تھا۔ اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت برناباس حواری علیہ الرضوان کی روایت کے مطابق) حضور تاجدارِ ختم نبوت علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں یوں خراج عقیدت پیش کیا تھا۔

And when I saw him my Soul was filled with consolation , saying " O MOHAMMAD GOD " be with the and may him he make me worthy to untie thy shoe latch , for obtaining this I shall be a great prophet and holy one of God .

'اور جب میں نے اُسے (یعنی حضور ﷺ کو) دیکھا تو میری روح تسکین سے بھر گئی۔ یہ کہہ کر یا محمدؐ خدا آپ کے ساتھ ہو اور وہ مجھے اس لائق بنائے کہ آپ کی جوتی کا تسمہ کھول سکوں کیونکہ یہ سعادت حاصل کر کے میں ایک بڑا نبی اور خدا کا مقدس بندہ بن جاؤں گا (انجیلِ برناباس باب ۴۴)

مختصر یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پنگھوڑے میں خطاب کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس کا ایک پس منظر تھا۔ یعنی حضرت مریم علیہا السلام کی صفائی۔ اس کے علاوہ آپ نگاہ نبوت سے یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ ایک قوم انھیں خدا اور خدا کا بیٹا قرار دے گی اس کی تردید بھی ضروری تھی لہذا آپ نے اپنی عبدیت و نبوت کا اعلان بھی فرمایا۔ یہاں دوسرے مسئلے کا جہاں تک تعلق ہے۔ حضور پُر نور ﷺ کے غلغلۂ توحید کی یہ برکت ہے کہ چودہ صدیاں گزر

جانے کے باوجود کسی نے آپ (یعنی حضور پُر نور ﷺ) کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں کہا۔ امت کے ہزار گونہ اختلاف کے باوجود کلمۂ توحید پر سب کا اتفاق ہے۔ خود اس محبوب ﷺ نے فرمایا۔

وَ اِنِّیْ وَ اللہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ
وَ لٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَا فَسُوْا فِیْھَا (بخاری۔ کتاب الجنائز)

ترجمہ : اور بیشک اللہ کی قسم مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔ ہاں یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں مگن ہو جاؤ گے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد شریف کو سامنے رکھیں تو حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد شریف کی ایک روایت اور عظمت سامنے آتی ہے اور وہ ہے آتشکدہ ایران کا جو ہزار سال سے متواتر جل رہا تھا۔ حضور ﷺ کے ظہورِ نور کے وقت دفعتاً بجھ جانا۔ ظاہر ہے ہزار سال کے اس طویل عرصے میں کتنے پیغمبر مبعوث ہوئے، کم از کم تین حضرات یعنی حضرت زکریا، ان کے صاحبزادے، حضرت یحیٰی، حضرت عیسیٰ تو بالکل ظاہر ہیں۔ گویا ایسے جلیل القدر پیغمبروں کے ظہور سے تو آتشکدے نے کوئی اثر نہیں لیا اور وہ حسبِ دستور مجوسیوں کی عبادت کا مرجع بن کر ایک کثیر التعداد مخلوق کی گمراہی کا سبب بنا۔ مگر جو نہی ادھر ہمارے پیغمبر حضور سردار کونینؐ کی جلوہ افروزی ہوئی۔ آپ کے ابرِ رحمت نے اُسے ایک دم کے لئے بھی گوارا نہیں فرمایا۔ ساوہ اور سماوہ کے بارے میں بھی صورتِ حال اس سے مختلف نہیں۔

یہاں بھی صدیوں سے مشرکانہ پوجا پاٹ جاری تھی جسے توحید کے سب سے

بڑے علمبردار موحدین کے سب سے بڑے سالار، واحد و قہار کے سب سے بڑے شہکار، اللہ جل شانہ کے سب سے بڑے نائب و مختار علیہ صلی اللہ کے قدومِ میمنت آثار کی فوری برکت ہونے کے طور پر ان کی اصل حیثیت کو مکمل طور پر بدل دیا گیا یعنی ساوہ خشک تھا (اور خشک ہونے کے طور پر ہی اسے معبود بنالیا گیا تھا) کو جاری کر دیا گیا۔ ساوہ جاری تھا (اور جاری ہونے کی وجہ سے ہی اسے لائق عبادت سمجھا گیا تھا) خشک و موقوف کر دیا گیا۔ گویا خشکی کے 'دیوتا' کی خشکی سلب کر لی گئی اور تری کے دیوتا کی 'تری' 'تلف' کر دی گئی۔ امام بوصیری قدس سرہ نے خوب فرمایا ہے۔

(۱) وَسَاءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا
وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِي

(۲) كَاَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ
حُزْنًا وَبِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٍ

ترجمہ: (۱) ساوہ کے رہنے والوں کو اس امر نے اندوہناک کیا کہ ان کے بحیرہ کا پانی جذب ہو گیا اور اس کے گھاٹ پر آنے والا تشنہ اور خشمگیں واپس کیا گیا۔

(۲) گویا غم کی وجہ سے آگ میں پانی کی خاصیت یعنی طراوت اور پانی میں آگ کی خاصیت یعنی سوزش پیدا ہو گئی۔ (ابوالبرکات محمد عبدالمالک خان صاحب علیہ الرحمۃ ان کی شرح میں فرماتے ہیں "غم کے دو خاصہ ہیں یا تو آدمی رونے لگتا ہے یا سینہ جلتا ہے۔ آتشکدے درد غم سے رونے لگے اور ہر اک کا دل شعلۂ غم سے بھڑک اٹھا۔ دنیا

میں ایسا انقلاب آیا کہ خاصیتیں بدل گئیں حسن الجردہ فی شرح قصیدۃ البردہ۔ حضور ﷺ نے دوزخ کا قول نقل فرمایا ہے کہ وہ اپنے سرد ہو جانے کے خوف سے مومن کے ساتھ خوشامد کی باتیں کرے گی کہ اے شاہ مجھ پر سے جلدی گزر جایئے دیکھو تو تمہارے نور نے میری آگ کی سوزش کو اڑا دیا)۔

آتشکدہ ایران کے بجھ جانے سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ یوں جاہ و جلال اور دبدبہ و طمطراق سے تشریف لانے والا محبوب ﷺ اگلے جہان میں آتشکدہ جہنم کو بھی بہت حد تک سرد کر دے گا یعنی اولادِ آدم کی ایک وسیع تعداد اس کے صدقے سے نارِ دوزخ سے محفوظ ہو جائے گی۔ اور اس کی برکت سے ایسے ایسے اہل ایمان تیار ہوں گے۔

جن میں سے کوئی ایک بھی جب پل صراط کو عبور کر رہا ہوگا تو حدیث پاک کی رُو سے تَقُوْلُ النَّارُ لِلْمُوْمِنِ جُزْ یَا مُوْمِنُ فَقَدْ اَطْفَاَ نُوْرُكَ لَهَبِیْ (جامع صغیر، امام سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۳۲) ترجمہ: آگ مومن سے کہے گی اے مومن گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ کو بجھا دیا۔

میلاد شریف کی یہ روایات

ظاہر ہے اُن تمام واقعات و عجائبات کو بیان نہیں کر سکتیں جو تمام جہانوں کے سردار اور تمام رسولوں کے امام ﷺ کے میلاد شریف کے موقع پر رُونما ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح آپ کے بعثت کے بعد کے معجزات تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات بعد از بعثت کے جامع ہیں یونہی آپ کے معجزات قبل از بعثت تمام انبیاء کے معجزات قبل از بعثت کے اور عجائبات

میلاد سب انبیاء کے عجائبات میلاد کے جامع ہونے چاہئیں مگر جس طرح حضور پُر نور ﷺ کے معجزات بعد از بعثت بھی اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ تحریر میں نہیں آسکتے یونہی آپ کے ارہاصات اور عجائبات میلاد بھی تحریر و تقریر کی تمام وسعتوں میں نہیں سما سکتے تاہم جو کچھ بیان ہو رہا ہے۔ معجزات یا عجائبات کے سلسلے میں بہت کم ہوتے ہوئے بھی باقی تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے معجزات یا عجائبات کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا، جس خالق و رحمٰن نے اپنی رحمتِ خاصہ کے ساتھ اپنی باقی کتابوں اور صحیفوں کے برعکس اس محبوب ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کو محفوظ رکھا۔ باقی انبیاء و رسل علیہم السلام کی سیرت طیبہ کے صرف ایک ایک یا دو پہلو (بلکہ بعض کے نام تک نہیں) اور اس محبوب کی سیرت کے تمام گوشے محفوظ رکھے، اسی نے اپنی خاص حکمت و رحمت سے اپنے اسی سب سے بڑے محبوب ﷺ کے واقعات میلاد کے محفوظ رہنے کا اہتمام بھی فرمایا اور یہ عجوبۂ قدرت بعد کے معجزات و کمالات اور سیرت کے روشن و دلآویز گوشوں کی حفاظت سے بھی زیادہ حیران کن ہے۔ اہل عشق و ایمان کے لئے تو قدرت کا یہ عظیم کرشمہ اور عطیہ ہے اور جو اس صاحب میلاد ﷺ نے خود ایک دفعہ فرمایا تھا۔

اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ (مشکوٰۃ شریف) ترجمہ: میں (اپنے رب کی) وہ رحمت ہوں جسے (مخلوق کو) ہدیے کے طور پر دیا گیا ہے (آپ کے ہدیہ ہونے کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اسے محفوظ رکھا جائے۔ کہ (ہدیہ کو ضائع نہیں کیا جاتا ہے)۔ اسی کا ظہور اور حصہ ہے۔

پھر بھی وہ لوگ جو عشق کے بجائے 'عقل خودسر' کے بندے اور 'ایمان' کے بجائے 'شکوک و شبہات' میں بندھے ہوتے ہیں ان چند واقعات کو جو اصل کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ برداشت نہیں کر سکتے اور انکار کرنے کے لئے کوئی بظاہر علمی اور معقول وجہ ڈھونڈنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ میلاد شریف ہی کے واقعات سے نہیں انھیں حضور پُر نور ﷺ کے سارے کمالات سے ضد و عناد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اہل ایمان حضور پُر نور ﷺ کے کمالات و معجزات پر غور اس اعتبار سے کرتے ہیں کہ آپ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کے سردار ہیں، یونہی اس کے بالکل برعکس اُن کے نزدیک آپ بشر سے زیادہ کچھ نہیں سوا اس کے کہ ان پر صرف وحی کا نزول ہوتا ہے۔ حالانکہ 'وحی' کے فرق ہی میں وہ سارے امتیازات جو نبی اور عام بشر میں ہوتے ہیں آجاتے ہیں۔ گویا 'وحی' کا فرق تسلیم کرتے ہیں مگر اس فرق کو بالکل معمولی بلکہ نہ ہونے کے برابر سمجھتے ہیں۔ پھر چونکہ خود انھیں علم وغیب نہیں ہوتا، لہذا ان کے نزدیک نبی کو بھی علم غیب نہیں ہو سکتا۔ یہ حاضر و ناظر نہیں ہو سکتے لہذا ان کے خیال میں معاذ اللہ نبی بھی حاضر و ناظر نہیں ہو سکتا، یہ بے بس ہیں لہذا ان کے وہم میں نبی کو بھی قدرت سے معاذ اللہ خالی ہونا چاہیئے، غرض ان کے انکار کا اصل سبب مقام نبوت کے بارے میں ان کی منافقانہ اور معاندانہ و باغیانہ روش ہے۔

آپ ان کی تقریریں سنیں، ان کی تحریریں پڑھیں، ان کے خیالات کو ٹٹولیں تو یوں لگے گا جیسے خدا کے بعد ان کے زعم میں انھیں کا مقام ہے۔ جو کمال ان میں نہیں، وہ خدا کے سوا کسی اور میں ہو تو گویا ان کے خیال میں شرک ہو جاتا ہے۔ لہذا ان کا

سارا زور اُنؑ کے فضائل و کمالات کے انکار میں صرف ہوتا ہے۔ جن کا یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ان کا رویہ اتنا عجیب و غریب اور افسوسناک ہے کہ شاید کسی امت کا نہیں۔ یہودی، عیسائی اور دیگر قومیں اپنے اپنے نبیوں اور مذہبی پیشواؤں کو کیا نہیں کہتیں، ایک یہ ہیں کہ ان کی زبان جب کھلتی ہے۔ اپنے نبی کے کمالات پر تنقید کرنے کے لئے ہی کھلتی ہے نہ یہ کلمہ چھوڑتے ہیں اور نہ تنقید۔ انھیں آج تک اس بات کی سمجھ ہی نہیں آسکی کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کے سارے کمالات قدرت کا آئینہ ہوتے ہیں اور ان کی صفات، صفات خداوندی کا پرتو ہوتی ہیں۔ نبی کی قوت و طاقت کے حیرت انگیز مظاہر اس کی اپنی ہی صداقت کی دلیل نہیں ہوتے بلکہ اُن سے اُن کے بھیجنے والے اللہ کی قدرت بھی ظاہر ہوتی ہے اور نبی کے ان معجزات کو ماننے والا صرف نبی کا غلام نہیں ہوتا، کفر و شرک سے نکل کر اللہ کی الوہیت اور توحید کا قائل بھی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا نبی علیہ السلام کے کمالات کا انکار دراصل دلائل توحید کا انکار ہے۔ اور یہ صورت نبی ﷺ کے ہر معجزے کے بارے میں ہے، بعثت سے بعد کا ہو یا پہلے کا۔ بلکہ پہلے کا اور خصوصاً ولادت و رضاعت کے دور کا معجزہ تو خدا کی اور نبی کی حقانیت کی پہچان کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے (چنانچہ ولادت و رضاعت کے کئی ارہاصات ہیں جو بعض صحابہ کرامؓ کے ایمان کا سبب بنے۔ مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ حضرت شفاؓ شب ولادت حضرت سیدہ آمنہؓ کے پاس تھیں وہ فرماتی ہیں مجھے یہ واقعات کبھی نہیں بھولے حتی کہ حضور ﷺ کی بعثت ہوئی اور میں (انھیں کے سبب) پہلے پہل ایمان لانے والوں میں شامل ہو گئی اسی طرح جعرانہ میں اسیران جنگ کی تقسیم کے بعد ہوازن کے وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ کے

رضائی چچا حضرت ابو ثروان نے یوں التجا کی۔ " یارسول اللہ " ان چھپروں میں آپ کی پھوپھیاں۔ خالائیں اور بہنیں ہیں جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ انھوں نے آپ کو اپنی گود وں میں پالا اور اپنے پستان سے دودھ پلایا۔ میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا۔ کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ میں نے آپ کو دودھ چھڑایا ہوا دیکھا کوئی دودھ چھڑایا بچہ میں نے آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو نوجوان دیکھا، کوئی نوجوان آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ آپ میں خصائل خیر کامل طور پر موجود ہیں اور باوجود اس کے ہم آپ کے اہل وکنبہ ہیں آپ ہم پر احسان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔ "سیرت رسول عربی")۔

اسی لئے اسے ارہاص (یعنی بنیاد) کہا جاتا ہے (جیسا کہ تفصیل سے اوپر گزرا) لہذا وہ لوگ جو توحید کے علمبردار بنتے ہیں اُنھیں دلائل توحید کے طور پر انبیاء علیہم السلام کے کمالات و معجزات کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرتے رہنا چاہیئے نہ یہ کہ ان کے انکار پر کمر بستہ ہو جائیں۔ آخر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اَن دیکھے خدا کو منوانے کا یہی واحد راستہ ہے چنانچہ خدا عالم الغیب ہے تو اس کی دلیل نبی کا علم غیب ہے۔ خدا مردے زندہ کر سکتا ہے۔ تو اس کی دلیل اُس کے بندوں کا مردے زندہ کرنا ہے اور خدا کسی کو باکمال بنا سکتا ہے تو اس کی دلیل وہ کمالات ہیں جو اس نے اپنے محبوب بشر کو عطا فرمائے ہیں۔ جس اللہ تعالیٰ نے چاند سورج اور ستاروں کو روشنی دی۔ وہ اپنے کسی محبوب بشر کو سراپا نور بنادے تو یہ بھی اس کی قدرت کا ظہور ہے۔ جس اللہ نے اپنے فرشتوں گوناگوں طاقتیں بخشی ہیں وہ اگر وہی طاقتیں اپنے اُن بندوں کو عطا فرمائے جنھیں مقام خلافت سے خود اس نے سرفراز فرمایا ہے تو کیا استحالہ مگر ان باتوں پر غور کرنے کیلئے 'دانش ایمانی' کی ضرورت ہے۔ دانش یونانی کی نہیں،

باعث تحریر آنکہ: اب یہاں یہ وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ زیر نظر مضمون لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ بات در اصل یہ ہے کہ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ کا آغاز ہوا تو میں نے سابقہ رسائل واخبارات جو میلاد شریف کے متعلق تھے۔ایک نظر دیکھنے کا ارادہ کیا۔

اسی دوران گذشتہ سال (جولائی ۱۹۹۷ء) کا قومی ڈائجسٹ بھی سامنے آیا۔اندر سے دیکھا تو میلاد شریف کے بارے میں بعض اچھے مضامین بھی شامل اشاعت تھے۔ البتہ آخر میں ابوالکلام آزاد کی تحریر تھی جو اُن کے رسالے 'الہلال' میں کبھی شائع ہوئی تھی۔اب اسے قومی ڈائجسٹ میں شائع کرنے کے لئے ملتان کے کسی صاحب نے گویا ایک 'نادر تحفے' کے طور پر مجیب الرحمٰن شامی صاحب (مدیر قومی ڈائجسٹ) کو بھیجی تھی۔شامی صاحب متضاد فکر کے مضامین شائع کرنے میں بہت ماہر ہیں۔مثلاً قومی ڈائجسٹ کے پیران پیر نمبر میں حضور سیدنا غوث اعظمؒ کی شان میں بڑے گرانقدر مضامین ہیں مگر ایک دوایسی تحریریں بھی ہیں جو بالکل منفی فکر کی حامل ہیں۔ نجانے شامی صاحب کیا چاہتے ہیں حق وباطل میں توازن قائم کرنا کہ دونوں فریق خوش ہوجائیں یادونوں کی پہچان کرانا چاہتے ہیں یہاں بھی یہی صورت حال ہے باقی تحریریں نہایت ایمان افروز مگر آخر میں ابوالکلام آزاد کی دلآزار تحریر میں نہایت ادب سے جناب شامی کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ

دورنگی چھوڑدے یک رنگ ہوجا۔

اگر پہلی مثبت تحریریں خدااور حبیب خدا علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے منتخب فرمائی ہیں تو یہ منفی اور زہریلی تحریر کس کوراضی کرنے کے لئے ہے۔

شامی جیسے اسلام دوست اور محب پاکستان سے یہ بھی عرض ہے کہ ابو الکلام آزاد کا نام ہماری دینی و ملی تاریخ میں معتبر حوالہ نہیں۔ جو شخص گاندھی اور نہرو کے قدموں پر اپنی متاعِ ایمان و تحقیق قربان کر چکا اور جس نے قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ کے ساتھ تعاون کرنے کی بجائے اسلام کے بدترین دشمنوں کی غلامی اختیار کی، اُس کا نام ایک قابلِ احترام اسلامی مفکر کے طور پر پیش کرنا نہایت شرمناک اور تکلیف دہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے ملت کے غداروں میں سر فہرست رکھنا چاہیئے تھا نہ یہ کہ پاکستان کے ساتھ محبت کرنے والے لوگ بھی اس کی کسی بات میں وزن محسوس کریں۔ ہاں ہاں یہ وہی تو ہے جسے حضرت قائد اعظم نے

The show boy president of congress

یعنی کانگرس کا شو بوائے پریذیڈنٹ کہہ کر ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ یقیناً یہ دشمنانِ پاکستان کا ہیرو ہے مگر شامی صاحب تو دشمنوں میں شامل نہیں۔ پھر اُسے اسلامی مفکر و محقق کہنا اس لئے بھی غلط ہے کہ وہ اسلام کی بجائے "وحدتِ ادیان" کا قائل تھا اور اس کے نزدیک نجات کے لئے حضور پُر نور ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری نہیں تھا۔ چنانچہ اس موضوع پر اُس کا جامعہ ملیہ دہلی میں حضرت علامہ اقبالؒ کے شاگرد رشید جناب سید نذیر نیازی مرحوم کے ساتھ مباحثہ ہوا اور لاجواب ہونے کے باوجود اس نے اُن کی بات کو قبول نہ کیا (یعنی نجات کے لئے نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کی ضرورت کا اقرار نہ کیا) قرآن و حدیث کی رُو سے یہ کفر صریح ہے

تو کفر صریح کے کسی مرتکب کو کسی اسلامی وایمانی نکتے کی وضاحت کا مستحق سمجھنا خدا اور رسول ﷺ کو سچے دل سے ماننے والوں کے شایانِ شان نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو معرض وجود میں آئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ بیت گیا مگر ابھی تک ہمیں دوٹوک انداز میں اتنی بات کہنے کی جرأت بھی نہیں ہو پائی کہ تحریکِ پاکستان کے دوران اپنا کون تھا اور بیگانہ کون تھا، وفادار کون تھا اور بے وفا کون تھا، اور ہماری یہی بزدلی معاذ اللہ پاکستان کو عظیم خطرات سے دوچار کئے ہوئے ہے۔

میرے دل میں پاکستان یا قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے کسی دشمن کا ذرہ بھی احترام نہیں اور خصوصاً ایسا بدبخت جو حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اخروی نجات کے لئے ضروری نہ سمجھے۔ اسے شیطان سے بھی زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں۔ لہذا ایسے شخص کی تحریر میرے نزدیک پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی، مگر چونکہ قوم عموماً اس شعور سے بے بہرہ ہے (جیسا کہ شامی جیسا 'معقول' انسان بھی) لہذا اس کا مختصر تجزیہ کرتا ہوں۔ یوں سمجھئے اوپر ساری تمہید تھی اور اب اصل مضمون شروع ہوا ہے۔

تحریر کا تجزیہ: تحریر دراصل ایک خط اور اس کے جواب پر مشتمل ہے۔ خط لکھنے والا کوئی احمد حسین خان نامی تھا جس میں اُس نے بیان کیا ہے کہ میلاد شریف کی بعض روایات کے بارے میں ایک عالم دین سے لکھ کر پوچھا گیا کہ ان کی توجیہ فرمایئے، عقل تسلیم نہیں کرتی تو وہ برہم ہوئے اور کہا کہ تو نیچری ہے۔ اس لئے تیری عقل میں نہیں آتیں ورنہ انھیں بڑے مورخین و محدثین نے بیان

فرمایا ہے اور اکابر اسلام نے ان کی تصدیق فرمائی ہے۔ بہر حال جو واقعات سمجھ میں نہیں آتے درج ذیل ہیں

۱۔ حضرت کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ایک مرغ سفید نمودار ہوا اور حضرت آمنہ کے پاس آیا، نیز اسی شب کو تمام جانوروں اور پرندوں نے گفتگو کی۔

۲۔ حضرت مریم اور حضرت آسیہ کا ولادت سے پہلے آنا اور بشارت دینا۔

۳۔ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوا تو دو سو عورتیں رشک سے مر گئیں۔

۴۔ حضرت کی ولادت کے دن آتشکدہ ایران بجھ گیا، قصر نوشیرواں کے کنگرے گر گئے اور خانہ کعبہ کے بت اوندھے ہو گئے۔

۵۔ ولادت کے بعد حضرت کچھ دیر کے لئے غائب ہو گئے پھر کسی نے بہشتی کپڑوں میں لا کر رکھ دیا۔

۶۔ روشنیوں کا نمودار ہونا اور عجیب عجیب آوازوں کا سنائی دینا۔

جناب آزاد نے جواب دیتے ہوئے سائل کی حوصلہ افزائی بھی کی اور میلاد کی مجلسوں کی عظمت و افادیت کا اقرار کرنے کے باوجود طرز انعقاد سے اختلاف کیا۔ پھر سائل کو سمجھایا کہ انکار کی بنیاد عقل پر نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ انکار کا ایک اور راستہ بھی ہے یعنی روایات پر فنی بحث کی جائے اور ثابت کیا جائے کہ ان میں سے ہر ایک روایت ضعیف ہے چنانچہ عملی طور پر آزاد نے خود یہی کام کیا ہے۔

حوصلہ افزائی کا انداز ملاحظہ ہو آزاد فرماتے ہیں 'آپ کا 'جوش دینی' "محبت ایمانی' ، فکرِ اصلاح مجالس ذکر مولود ، مستحق تحسین ولائق تشکر ہے جزاکم اللہ تعالی۔

میلاد کی مجلسوں کی افادیت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے بہر حال مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھیں جن کی صورت تو قائم ہے مگر حقیقت مفقود ہے۔ محض ایک رسمی تقریب ہے جو مشل اور رسمی صحبتوں کے ضروری سمجھ لی گئی ہے۔ اور امراور رؤسا نے تو اپنی نمائش اور ریائے دولت کا ایسے بھی ایک ذریعہ بنالیا ہے۔

عقل کے بہانے انکار کرنے کی بحث کے آخر میں انکار کی جداگانہ بنیادیں کی سرخی دے کر آزاد اپنا موقف یوں پیش کرتے ہیں ۔ معلوم نہیں آپ نے میری گذارش کو سمجھا بھی یا نہیں۔ میں کہتا ہوں بہت سی باتیں ہیں جن سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے آپ کے مصلحین حال اور ہم متفق ہوں لیکن پھر بھی ہم میں اور ان میں بعد المشرقین ہے۔ وہ محض اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ ان کی عقل میں نہیں آتی اور ہم اس لئے انکار کرتے ہیں کہ اصول سے ان کا قابلِ تسلیم ہونا ثابت نہیں۔ فای الفریقین احق بالا من ان کنتم تعلمون.

آپ کہیں گے کہ نتیجہ دونوں کا ایک ہے میں کہتا ہوں کہ منزل تک پہنچنے پر ہی سفر کی کامیابی موقوف نہیں بلکہ بہت کچھ راہ سفر کے تعین وانتخاب پر بھی ہے۔ آخر میں فنی نقطۂ نظر سے بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ اس میں خصوصیت سے حافظ ابو نعیم کی سہل انگاری پر دادِ تحقیق دے کر پوری کتاب کو گویا غیر معتبر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے پھر مذکورہ روایات پر اجمالی قسم کی جرح کی ہے۔

آزاد کی آزاد بیانی پر ہمارا تبصرہ : ایک شخص عقل کا سہارا لے کر چند معجزات (یا ارہاصات) کا انکار کرنا چاہتا ہے تو آزاد صاحب اس انکار کو جوشِ دینی اور محبتِ ایمانی جیسے سرٹیفکیٹ عنایت فرمارہے ہیں، کیا کہنے ہیں اس جرات انکار کو ایمان کی دلیل قرار دیا جاتا ہے۔ پھر جو شخص خود جوشِ دینی اور محبتِ ایمانی سے محروم ہو۔اُس کے سرٹیفکیٹ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے پھر اگر جوشِ دینی اور محبتِ ایمانی کی یہی علامت ہے کہ جس شرعی حقیقت کو عقل نہ سمجھ سکے۔اس کا انکار کر دیا جائے تو نیچری اور منکرینِ حدیث اس سندِ امتیاز کے زیادہ مستحق ہیں۔جو عالم غیب سے تعلق رکھنے والے تمام عقائد کا انکار کرتے ہیں۔ اُن کی عقل جنت، حور، فرشتہ، دوزخ، عذاب و ثواب کی معروف اعتقادی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی لہذا اس معیار پر سب سے زیادہ وہی اترتے ہیں۔ کفار حیات بعد الموت کے اسی لئے قائل نہیں تھے کہ وہ اُن کی عقل میں نہیں آتی تھی۔اسی طرح قرآن پاک میں جو معجزے بیان ہوئے ہیں، وہ بھی ملحدوں کی عقل سے بالاتر ہیں۔بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عام تعلیمات بھی عقل کے ہدوں کے لئے عقل شکن ہوتی ہے۔ مثلاً جناب حضرت شعیب علیہ السلام کو اُن کی قوم نے یہی کہا تھا۔ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا (ہود ۹۱) ترجمہ: بولے اے شعیب ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری باتیں اور بیشک ہم تمھیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔

چنانچہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، وغیرہ کے منکروں کے نزدیک یہ ساری عبادات خلاف عقل ہیں۔ 'حج' پر ہزاروں روپے خرچ کر دینا ان کی عقل کے

لئے جائے ماتم ہے۔ 'قربانی' کے خلاف بکنے والے بھی اسے خلاف عقل ہی قرار دیتے ہیں۔

اگر آپ غور کریں اور معجزات و کرامات کے بارے میں انکار منکرین کا تجزیہ کریں تو سمجھ لیں گے کہ دراصل یہ لوگ خدا کی قدرت کاملہ ہی کے منکر ہیں (مولف تفسیر المنار ایک بلند پایہ خیال محقق ہونے کے باوجود معجزات کی حقیقت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، معجزہ کی حقیقت کے متعلق سب سے زیادہ مشہور اور تحقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عادی نظام کے خلاف صرف اپنی قدرت سے ظاہر فرماتا ہے تاکہ یہ بات ثابت کر دے کہ خود اس کے محکوم ہیں۔ وہ ان کا محکوم نہیں، جس طرح چاہے وہ ان میں تصرف کر سکتا ہے "ترجمان السنہ جلد ۴ ")

جو شخص معجزات اور کمالات کو مانتا ہے اسلئے مانتا ہے کہ خداوند کریم قادر مطلق ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے لہذا نبی کا معجزہ یا ولی کی کرامت جب اللہ کی قدرت کاملہ کی مظہر ہے تو سب کچھ ممکن ہے۔ جو ان کا (یعنی معجزے یا کرامت کا) منکر ہے وہ خدا کی قدرت کا منکر ہے (اگرچہ اس بات کو وہ بڑے خوش کن اور خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہو) سر سید اور اُن کے ساتھیوں کو مثلاً عصائے موسیٰ کے حیرت خیز کرشموں کا انکار ہے تو کیوں ؟ اس لئے کہ اُن کی عقل تسلیم نہیں کرتی کہ خدا لکڑی کے ڈنڈے کو یہ طاقت دے سکے۔ بندۂ مومن خدا کے غیر متناہی کمالات قدرت پر ایمان رکھتا ہے لہذا اُسے کسی معجزے یا کرامت کے امکان میں شک کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

آخر میں جناب آزاد نے سائل کے حق میں ان معجزات کے انکار پر

جزائی دعا کی ہے۔ ہماری بھی یہ دعا ہے کہ آزاد کی یہ دعا قبول ہو مگر افسوس آزاد کو علم نہیں۔ انکار معجزات کی جزا بہت سخت ہو گی کیونکہ ان کا انکار قدرت خداوندی کا انکار ہے۔

میلاد کی مجلسوں کی افادیت جناب آزاد کے نزدیک اس حد تک مسلم ہے کہ اپنے مقصد کے لحاظ ایک بہترین دینی عمل تھیں مگر خرابی آئی کہ رسمی تقریب بن گئی ہیں اور امراؤ روسا نے انھیں اپنی ریا اور اپنی دولت کا ذریعہ بنالیا ہے۔ انکار یہ ہے آزاد صاحب کے نزدیک اس میں معجزات ولادت بیان نہیں ہونے چاہئیے اور نہ زیادہ خرچ کرنا چاہئیے۔ سیدھی سادی بات چند عملی تعلیمات بیان کردی جائیں تو شاید انھیں کوئی اعتراض نہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ایسا صاحب علم جس کے علم کے شہرے ایک خصوصی حلقے میں آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں یہ چاہتا ہے کہ مولود کی مجلسوں میں میلاد کے واقعات نہ ہوں تو فرمائیے پھر انھیں مولود کی مجلسیں کہنا، کیا معنی ۔ مولود شریف کے ذکر کی وجہ سے ہی تو انھیں مولود کی مجلسیں کہا جاتا ہے باقی رہ گیا۔ عبادات و معاملات وغیرہ کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا ذکر تو ہمارے نزدیک ضرور ہونا چاہئیے مگر یہ بعد میں پہلے حضور انور ﷺ کے ارہاصات جو آپ کی صداقت و حقانیت کی ناقابل تردید دلیل ہیں۔ (جیسا کہ کافی تفصیل سے اس پر اوپر روشنی ڈال دی گئی ہے) بلکہ ان واقعات میں آپ کی انقلابی تعلیمات کے واضح اشارات موجود ہیں (جیسا کہ اوپر گزرا) یقیناً ایسے واقعات میں ایک خاص اثر ہے۔ جس نبی نے آتے ہی خدا کے واحد، معبود اور قادر مطلق ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اور دنیا میں قدم رکھتے ہی

آزادی اور عدل و مساوات کی بات کی ہے۔ اس کے حیرت انگیز یہ واقعات کیوں نہ سنائے جائیں۔ کیونکہ نبی کریم علیہ السلام اور دنیا کے دوسرے مصلحین میں یہ ایک بنیادی فرق ہے کہ نبی آتے ہی اپنے اصلاحی پروگرام کا تعارف کرا دیتا ہے جبکہ دوسرے مصلحین سالہا سال کے غور و فکر کے بعد اس میدان میں آتے ہیں۔

اگر تعلیمات ہی بیان کرنا ضروری ہیں تو یہ میلاد شریف کے واقعات بھی گویا تعلیمات کی اولین تبلیغ ہیں اور سیرت مقصود ہے تو یہ سیرت کا عنوان اول ہیں۔ جو کمالات اللہ کریم اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ اُن میں خصوصی حکمتیں ہوتی ہیں (کسی کی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں) اور اُنھیں ضرور بیان کرنا چاہیئے کہ اس (بیان) میں دینے والے اللہ کا شکریہ ہے اور اعتراف قدرت اور لینے والے نبی کی عظمت ہے اور موجبِ اطاعت (کیونکہ کسی کی عظمت دل میں بیٹھ جائے تو اطاعت کی طرف دل خود بخود مائل ہو جاتا ہے)

جناب آزاد کو اس بات سے بھی بڑی تکلیف ہے کہ لوگ ان محفلوں میں بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں آزاد صاحب کو بد گمانی ہے کہ محض دولت کی نمود کے لئے، ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ اپنے نبی ﷺ کی محبت میں وہ یہ کچھ مال خرچ کرتے ہیں (محدثین کے امام اور علم حدیث کے عظیم نقاد علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ فسبحان من خلق هذا النبی الکریم سلطان الانبیاء و رفع له فی الملکوت قدراً و ذکراً و جعل لمن فرح بمولده حجاباً من النار وستراً و من انفق فی مولده درهماً کان المصطفے صلی اللہ علیه وسلم له شا

فعاً و مشفعاً و اخلف الله علیه بکل درهم عشراً فیا بشریٰ لکم أمة محمد لقد نتم خیراً فی الدنیا و الا خریٰ فیا سعد من یعمل لا حمد مولدا (مولد العروس صفحہ ۹) ترجمہ : سو پاک ہے وہ ذات جس نے اس نبی کریم (علیہ الصلوۃ والسلام) کو نبیوں کا بادشاہ بنا کر پیدا فرمایا اور ان کے لئے عالم ملکوت میں شرف وذکر کو بلند فرمایا اور جو ان کے میلاد شریف سے خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے بچا لیا اور جس نے آپ کے میلاد شریف میں ایک درہم خرچ کیا تو حضور ﷺ اس کی شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت قبول ہو گی اور اللہ تعالیٰ ہر درہم کے بدلے دس درہم کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اے امت محمدیہ، تجھے بشارت کہ تو نے دنیا و آخرت میں خیر کثیر حاصل کر لیا تو اس کی خوش بختی کے کیا کہنے جو حضور ﷺ کا میلاد شریف مناتا ہے۔) ۔ دولت کی نمود کے ہزاروں راستے ہیں اور دن رات ہم اس نمود کے کرشمے دیکھتے ہیں۔

محفل میلاد میں مال و دولت خرچ کرنا محض خدا اور اُس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے ہے جو منکروں اور منافقوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ وہ لوگ اپنے بیٹے کی پیدائش پر' بھائی کی شادی پر' ، الیکشن کے دوران' ، کسی وزیر کی آمد پر' ، اپنے مذہبی کنونشن میں کیا کچھ نہیں کرتے ، مگر ادھر کسی نے میلاد شریف پر دو بلب جلائے۔ ادھر ان کا دل جلا۔ پھر یہ دل جلے آخر تک اسی جلن میں مبتلا رہتے ہیں۔ حتی کہ آخری جلنے کی جگہ میں پہنچ جاتے ہیں

جہنم میں دھکیلیں نجدیوں کو
حسن جھوٹوں کو یوں پہنچائیں گھر تک

انھیں یہ کلمہ طیبہ یاد نہیں کہ لَا سَرْفَ فِي الْخَيْرِ یعنی نیکی میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا بھی اسراف کے زمرے میں نہیں آتا ہے۔

پھر انکار کی جداگانہ بنیادیوں کے تحت آزاد صاحب ظاہر کرتے ہیں کہ سائل کے انکار کی بنیاد 'عقل' ہے اور مجیب کے انکار کی بنیاد ہے روایات کی فنی تحقیق پر۔ گویا دونوں منکر ہیں ایک کا طرزِ انکار گھٹیا اور دوسرے کا اعلیٰ۔ آخر میں خود اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں آپ کہیں گے کہ نتیجہ دونوں کا ایک ہے، میں کہتا ہوں کہ منزل تک پہنچتے ہی سفر کی کامیابی موقوف نہیں بلکہ بہت کچھ راہ کے تعین و انتخاب پر بھی ہے۔ منزل پر جب کوئی پہنچ جائے، جس راستے سے بھی پہلے پہنچے کامیاب رہے۔ منزل پہ پہنچ کر مسافر کو جو خوشی ہوتی ہے وہ راستے کی تکلیفوں اور راحتوں کی طرف متوجہ ہی نہیں ہونے دیتی۔ کس راستے پر منزل کی طرف جانا ہے یہ سوال تو عزمِ سفر کے وقت ہوتا ہے۔ نا کہ منزل پر پہنچنے کے بعد۔ جب سائل اور مجیب دونوں کا مقصود 'انکار' ہے ایک عقل کے راستے پر چلا، دوسرا علم کی راہ پر، دونوں کا حال منزل پر پہنچنے کے بعد یکساں ہے کیونکہ دونوں 'مراد' کو پہنچ گئے۔ یہ الگ بات ہے جس منزل پر یہ دونوں پہنچے ہیں۔ وہ منزل قابلِ تحسین نہیں۔ لائقِ نفرین ہے۔

عقل گو آستاں سے دُور نہیں
اس کی قسمت میں پر حضور نہیں
علم میں بھی سرور ہے لیکن
یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں

کاش خدا اور محبوبِ خدا ﷺ کی رضا آپ کی منزل مقصود ہوتی اور پھر ایمان و عشق سے سرشار ہو کر اس کی طرف آپ گامزن ہوتے اور دیکھتے کہ

ایک ایک قدم پر رحمتِ خداوندی کس طرح دستگیری فرماتی ہے مگر آپ دونوں نے انکار سے سفر شروع کیا، 'انکار' کے راستے پر چلتے رہے اور انکار ہی کی منزل پر پہنچ گئے۔ عشق وایمان کا راستہ جو تمہارے مقدر میں نہیں نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔ اور "عقل وعلم" پر مبنی انکار کا راستہ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کے مصداق ہے۔

بظاہر عقل (یعنی عقل خود سر) کا راستہ زیادہ خطرناک ہے، مگر غور کریں تو احادیث وروایات کے انکار کے تیشے سے جو راستہ تراشا جائے گا، وہ بھی کم خطرناک نہیں ہے۔ یہی وہ عالم ہے جسے حدیثِ پاک میں علم غیر نافع (اور خود قرآن پاک میں ہے: و یتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم (البقرۃ ۱۰۲) اور وہ سیکھتے ہیں جو انھیں نقصان دے گا، نفع نہ دے گا "کنزالایمان") کہا جاتا ہے اور جس سے پناہ مانگی گئی ہے نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ كُلَّ مُنَافِقٍ عَلِیْمِ اللِّسَانِ

(طبرانی کبیر) ترجمہ: بیشک اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا مجھے سب سے زیادہ خوف ہے وہ ہر ایسا منافق ہے جو علم کی زبان میں بات کرنے والا ہو۔

جناب آزاد! انکار کی جس علمی بنیاد کو آپ نے بہت پسند کیا ہے اور اپنی تحریر کے آئینے میں بار بار جھومتے دکھائی دیتے ہیں، نگاہ نبوت میں اس کی کیا 'شان' ہے۔ ملاحظہ فرمائی؟

روایات کا فنی تجزیہ: جناب آزاد نے ان واقعات پر مشتمل روایات کا فنی تجزیہ کرتے ہوئے ان سب کو موضوع ضعیف ٹھرا لیا ہے اور جن کتابوں میں یہ روایات ہیں اُن کے خلاف بھی غم وغصہ کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے جلیل القدر محدثین اور ملتِ اسلامیہ کے عظیم الشان محسنین کے علمی کارناموں کا احساس تک نہیں کیا۔ چونکہ مقصود تحقیق نہیں تھی بلکہ 'عقل' کے بجائے 'علم' کے ذریعے انھیں غیر معتبر ثابت کرنا تھا۔ اس لئے جو جو ہتھیار بھی اُن سے استعمال ہو سکا استعمال کیا اور جس جس کو بھی اپنے راستے میں حائل دیکھا، ہٹانے کی کوشش کی عظمتِ شان کے اعتراف پر کہیں مجبور ہو جاتے ہیں تو پھر فطری ' انکار' انھیں سرکشی پر مجبور کر دیتا ہے اور وہ پھر اوچھے ہتھیاروں پر آجاتے ہیں۔ حافظ ابو نعیم علیہ الرحمۃ سے وہ اسی بنا پر سخت ناراض ہیں (کہ انھوں نے فضائل و کمالاتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اجاگر کرنے کی مومنانہ کوشش کیوں کی ہے) چنانچہ فرماتے ہیں۔ ان (حافظ ابو نعیم صاحب دلائل) کی جلالتِ مرتبت سے انکار نہیں لیکن کیا کیجئے کہ یہ ان لوگوں میں ہیں جن کی نسبت مسلم ہے کہ فضائل و معجزات میں رطب ویابس اور ضعیف و موضوع ہر طرح کی حدیثیں درج کر دیا کرتے تھے۔

تیور ملاحظہ فرمایئے فضائل و معجزات میں اُنھوں نے جو کچھ جمع کیا ہے رطب ویابس اور ضعیف و موضوع کے سوا کچھ نہیں اور گویا یہ بات اُن کے بارے میں مسلم ہے۔ پھر ثبوت کے لئے اپنے پسندیدہ محدث (جنھیں اُنھوں نے اپنے اُستاد علامہ شبلی کے ساتھ ملی بھگت کر کے اُن کی وفات کے سینکڑوں سال

بعد مجدد منوانے کی کوشش کی ہے)علامہ ابن تیمیہ (خیال رہے جناب آزاد کو سیاسی رہنماؤں میں پسند آیا تو گاندھی اور محدثین وناقدین حدیث میں اچھا لگا تو 'ابن تیمیہ') کی رائے نقل کرتے ہیں۔

'اور اس میں بہت سی حدیثیں ہیں جو قوی وحسن ہیں اور بہت سی ضعیف وموضوع ہیں۔ یہی حال ان احادیث کا ہے جو ابو نعیم نے خلفا کے فضائل میں بصورت ایک مستقل کتاب کے روایت کی ہیں۔ حلیۃ الاولیاء (اس کتاب کے بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی رائے عالی ملاحظہ فرمائیے۔ از نوادر کتب انوار کتاب حلیۃ الاولیاء است کہ نظیر آن در اسلام تصنیف نشدہ یعنی محدث ابو نعیم کی نادر کتابوں میں سے حلیۃ الاولیاء ہے جس کی مثل اسلام میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔) کی ابتدا میں۔

سوال یہ ہے کہ کتاب میں ضعیف وموضوع روایات کے علاوہ قوی وحسن روایات بھی موجود ہیں تو پھر پوری کتاب کے بارے میں جناب کی آزاد بیانی کتنی دلخراش ہے۔اور جسے وہ 'مسلم' کہہ رہے تھے۔اُن کے محبوب نقاد ہی نے اس کے خلاف رائے دی ہے گویا جس رائے کو وہ بطور شہادت پیش کرنا چاہتے تھے وہی اُن کے خلاف نکلی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں حضرت ابو نعیم بعض مقامات پر تساہل سے کام لیتے ہیں مگر اس تساہل کو بہانہ بنا کر ہر اس روایت کو جو اُنھوں نے اپنی کتاب میں فضائل ومعجزات کے طور پر درج کردی ہے۔بے سوچ سمجھے ضعیف وموضوع کہہ دینا انصاف کا خون کرنا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ روایاتِ میلاد میں حافظ ابو نعیم علیہ الرحمۃ منفرد

نہیں، انھیں دوسرے جلیل القدر علماء و محدثین نے بھی اپنی تصانیف میں شامل کیا ہے۔ جناب آزاد کے سائل نے جن واقعات کو 'خلاف عقل' کہا اور خود آزاد صاحب جنھیں ضعیف و موضوع ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ تقریباً یہ سب (واقعات) حضرت محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی معرکہ آراء تصنیف 'مولد العروس' میں موجود ہیں۔ پھر ابن جوزی علیہ الرحمۃ کا تشدد مزاج اسی طرح معروف ہے جیسا کہ جناب ابن تیمیہ کا۔ جب ابن جوزی جیسے محدث جو بخاری شریف کی بعض روایات کو ضعیف و موضوع کہنے سے نہیں چوکتے، بھی اپنی ساری تنقیدی قوتوں (کو بروئے کار لاتے رہنے) کے باوصف، ان مضامین کو بغیر کسی ردوکد کے اپنی تصنیف منیف میں درج فرمارہے ہیں تو جناب ابوالکلام آزاد کا چیخنا چلانا چہ معنی؟ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا گذشتہ صفحات میں اکثر وبیشتر اقتباسات اسی کتاب (مولد العروس) سے لئے گئے ہیں تاکہ شوروغوغا کے عادی ذرا سنبھل کر لب کشائی کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ کتاب اسناد سے خالی ہے مگر ابن جوزی جیسے متشدد مزاج نقاد کا اسے قبول کرلینا کوئی معمولی بات نہیں۔

پھر جب روایات کا فنی تجزیہ ہی مقصود ہے تو فرمایئے کیا ضعیف اور موضوع میں کوئی فرق نہیں اور کیا ان دونوں کے احکام ایک جیسے ہیں۔ آزاد صاحب کے انداز تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ انھیں اس میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار کر وہ کسی چیز کو ضعیف ثابت کرتے ہیں اور جب بزعم خود وہ ضعیف ثابت کردیتے ہیں۔ تو فی الفور خود ہی اسے موضوع کہ

کہ دیتے ہیں۔ حیرت ہے جن لوگوں کو ضعیف اور موضوع کے فرق کی بھی تمیز نہیں۔ نامور مفسر اور محقق و محدث کے طور پر مانے اور منوائے جاتے ہیں چنانچہ پہلی تین روایتوں کو 'بے اصل' ثابت کرنے کی سعیِ مذموم کرتے ہوئے علامہ سیوطی کا اپنا 'اعتراف' یوں پیش کرتے ہیں۔

"یہ روایت اور اس سے قبل کی جو دو روایتیں ہیں تو ان میں سخت و شدید انکار و قباحت ہے اور باوجود ان کے اشد شدید انکار کے میں نے اس کتاب میں جو درج کیا تو میرا دل اس اثر کو پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر میں نے محض حافظ ابو نعیم کی پیروی کے خیال سے ایسا کر دیا" (قومی ڈائجسٹ صفحہ ۹۲)

آزاد صاحب نے ایسے سب سے بڑھ کر ایک برہان اور شہادتِ واضح (جو فی الحقیقت ان روایات کے موضوع ہونے کا آخری فیصلہ کر دیتی ہے۔) قرار دیا ہے کہ کیونکہ الخصائص الکبری (جس میں یہ روایات درج ہیں) کے عظیم مصنف علامہ سیوطی کا یہ اپنا اعتراف ہے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اس اعتراف میں ان روایات کو موضوع تو نہیں کہا گیا۔ روایت حد درجہ منکر و ضعیف سہی، موضوع پھر بھی نہیں بلکہ جس وجہ سے اُنھوں نے انھیں شاملِ کتاب کیا ہے۔ ضرور قابل غور ہے کیا ان لفظوں کے آئینے میں جناب سیوطی حافظ ابو نعیم کے علم و فضل و حفظ پر اپنے اعتماد کا اظہار نہیں فرمارہے۔ اور کیا یہ بھی کسی عظیم محسن و محقق کو خراج تحسین پیش کرنے کا ایک معروف انداز نہیں ہے۔ اس اعتراف سے جہاں حافظ ابو نعیم کی قدر و منزلت واضح ہوتی ہے وہیں روایت کا درجہ بھی بڑھ جاتا ہے اگر حضرت امام شافعی۔ حضرت امام اعظم کے مزار کے قریب جا کر قنوتِ نازلہ

کے بارے میں اپنی تحقیق کی بجائے امام اعظم کی تحقیق پر عمل کرتے ہیں (شامی) تو یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ امام شافعی امام اعظم کے علم وسیع کے معترف ہیں اور خود مجتہد ہونے کے باوجود اُن کی مجتہدانہ عظمت کو سلام کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آزاد کی آزادانہ تحقیق و تنقید کے یہ کرشمے بار بار نظر آتے ہیں کہ وہ دلائل دیتے ہیں روایت کے ضعیف، منکر یا منقطع ہونے کے اور حکم لگا دیتے ہیں۔ موضوع ہونے کا۔ کیونکہ جادۂ تحقیق پر قدم رکھنے سے پہلے ہی اپنی منزل 'انکار' قرار دے چکے ہیں۔ اور جب انکار ہی مقصود ہو تو موضوع ثابت کرنا ضروری ہوا ،لہذا قواعد و ضوابط کو نظر انداز کرنا ہی مناسب تر ہے۔

آیئے اب محدثین سے پوچھتے ہیں کہ ضعیف اور موضوع میں کیا فرق ہے اور دونوں کا کیا حکم ہے۔ ضعیف حدیث کی حقیقت سمجھنے کے لئے پہلے ایک دو باتیں ذہن نشین کر لیجئے۔ اسناد کے لحاظ حدیث کی کئی قسمیں ہیں۔ جن میں تین زیادہ اہم ہیں۔

۱۔ صحیح وہ حدیث ہے جس کی اسناد متصل ہو، سارے راوی متقی ہوں (کوئی فاسق یا غیر معروف نہ ہو) سب راویوں کا حافظہ قوی ہو اور وہ (حدیث) کسی مشہور حدیث کے خلاف نہ ہو۔

۲۔ حسن وہ حدیث ہے جس کے کسی راوی میں یہ صفات اعلیٰ درجے کی نہ ہوں۔ مثلاً کسی کا تقویٰ کم یا حافظہ کمزور ہو۔

۳۔ وہ حدیث جس کا کوئی راوی متقی نہ ہو یا مضبوط حافظے کا مالک نہ ہو۔ گویا حدیث صحیح کی شرائط میں سے کسی ایک شرط کی کمی ہو۔

پہلی دو قسمیں صحیح اور حسن احکام اور فضائل سب میں معتبر ہیں مگر تیسری قسم یعنی ضعیف، احکام میں معتبر نہیں البتہ فضائل اعمال یا مناقب رجال میں معتبر ہے۔ ضعیف حدیث معاذاللہ جھوٹی اور گھڑی ہوئی نہیں ہوتی جیسا کہ آزاد نے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جھوٹی اور گھڑی ہوئی حدیث کو جو دراصل حدیث ہوتی ہی نہیں موضوع کہتے ہیں، وہ کسی صورت اور کہیں بھی معتبر اور مقبول نہیں۔ لہذا ضعیف حدیث جو محض کسی عمل یا کسی انسان کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے محدثین کے نزدیک کافی ہوتی ہے، کو کسی ترنگ میں آکر موضوع کہہ دینا فنِ حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے اور یہ اُسی کو زیبا ہے جو 'انکار' ہی کو اپنا مقصود ٹھہرا چکا ہو۔

پھر ضعیف دو یا دو سے زیادہ سندوں سے روایت ہو جائے (اگرچہ وہ سب سندیں ضعیف ہوں) یا اس پر معتمد علمائے امت کا عمل ہو تو بھی حسن ہو جاتی ہے اور حسن ہونے کے اعتبار سے 'احکام' میں بھی حجت بن جاتی ہے۔ کبھی اولیاء کرام کے کشف سے بھی کسی حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے (یعنی حدیث ضعیف پر عمل کرنے سے جو فائدہ بیان کیا گیا تھا، کشف والے کو نظر آگیا اور یوں مضمون کی تصدیق سے روایت کا درجہ بڑھ گیا) یونہی حسن حدیث بھی اس طرح 'صحیح' کا درجہ پا لیتی ہے اور اسی طرح اہل تحقیق و تدقیق کے لئے دلیل بن جاتی ہے۔ یوں تو یہ قاعدے فنِ حدیث کے کسی بھی طالب علم سے پوشیدہ نہیں مگر چونکہ حضرت آزاد کو حافظ ابن تیمیہ سے عشق ہے لہذا اُنھیں کا ارشاد عرض کیا جاتا ہے تاکہ عاشق کو قرار آئے۔

وَالْحَدِيْثُ إِذَا لَمْ يُعْلَمْ اَنَّهُ كَذِبٌ فَرِوَايَتُهُ فِي الْفَضَائِلِ اَمْرٌ قَرِيْبٌ اَمَّا اِذَا عُلِمَ اَنَّهُ كَذِبٌ فَلَا يَجُوْزُ رِوَايَتُهُ اِلَّا مَعَ بَيَانِ حَالِهِ (اقتضاء الصراط المستقیم صفحہ ۱۰۳) ترجمہ: حدیث کے متعلق جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ جھوٹی ہے تو فضائل میں اس کی روایت کرنا قرینِ قیاس ہے لیکن جب یہ معلوم ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو پھر اس کی روایت اس شرط سے جائز ہے کہ اس کے ساتھ اس کا حال بھی بیان کیا جائے۔ بلکہ کبھی کبھی حدیثِ ضعیف احکام و مسائل میں بھی قابلِ عمل گردانی گئی ہے مثلاً یہی حافظ ابن تیمیہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔

دفن کے بعد تلقین میت کے بارے میں جو حدیث مروی ہے اس میں کلام کیا گیا ہے مگر چونکہ شام کے علما اس کی روایت کے ساتھ اس پر عمل بھی کرتے تھے اس لئے اکثر حنبلی علما نے اس کو مستحب سمجھا ہے۔ (اقتضاء الصرط المستقیم صفحہ ۳۲۶)

حضرت ملا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیثِ مسح گردن کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَلضَّعِيْفُ يُعْمَلُ بِهِ فِي فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ اِتِّفَاقًا وَلِذَا قَالَ اَئِمَّتُنَا اِنَّ مَسْحَ الرَّقَبَةِ مُسْتَحَبٌّ اَوْ سُنَّةٌ. ترجمہ: فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے اسی

لئے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے)۔

یہ ہے اعمال و احکام کے بارے ضعیف کی حد۔(کہ کبھی اس سے استحباب یا سنت تک ثابت کی جاتی ہے) حضرت امام ابو طالب مکی قدس سرہ قوت القلوب فی معاملہ المحبوب میں فرماتے ہیں۔

اَلْاَحَادِیْثُ فِی فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ وَتَفْضِیْلُ الْاَصْحَابِ مُتَقَبَّلَةٌ مُحْتَمَلَةٌ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَقَاطِیْعُهَا وَمَرَاسِیْلُهَا لَا تُعَارَضُ وَلَا تُرَدُّ کَذٰلِكَ کَانَ السَّلَفُ یَفْعَلُوْنَ۔ ترجمہ: فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرامؓ کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں۔ مقطوع ہوں خواہ مرسل، نہ ان کی مخالفت کی جائے۔ نہ اُنھیں رد کریں ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔(منیر العین از اعلیحضرت قدس سرہ)

اور یہاں جن روایات کو ضعیف ثابت کرنے کی جناب آزاد نے کوشش کی ہے۔ ان کا تعلق صحابہ کرامؓ کے فضائل کے ساتھ ہی نہیں بلکہ خود سرور کائنات فخر موجودات حضور جان کرم آن شرف ﷺ کی عظمت و عزت سے ہے۔ اور اس بنا پر ان کو معاذ اللہ خوانخواہ ضعیف و موضوع ثابت کرنے کی مذموم کوشش محبت و ایمان سے خالی ہونے کی دلیل بھی ہے۔ یہ کس قدر غضب کی بات ہے کہ ایسی روایات جنھیں بڑے بڑے ائمہ حدیث نے دلائل نبوت کے طور پر پیش کیا۔

اُنھیں پر معاذ اللہ موضوع و بے بنیاد ہونے کا الزام لگادیا جائے اور اُن عظیم ائمہ حدیث کو مورد طعن و لائق مذمت قرار دیا جائے۔ افسوس انھیں اپنے 'مجدد' کا فیصلہ تسلیم نہیں چنانچہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وَ هٰذَا الْكُتُبُ فِيهَا مِنَ الْاَحَادِيثِ الْمُتَضَمِّنَةِ لِاٰيَاتِ نُبُوَّتِهٖ وَ بَرَاهِيْنِ رِسَالَتِهٖ اَضْعَافُ اَضْعَافُ الْاَحَادِيْثِ الْمَاثُوْرَةِ فِيْمَا هُوَ مُتَوَاتِرٌ عَنْهُ مِثْلَ حَجَّةِ الْوِدَاعِ وَ عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ. (الجواب الصحیح جلد ۴ ص ۲۴۳) ترجمہ: یہ وہ کتابیں ہیں جن میں آپ کی نبوت کی علامات اور آپ کی رسالت کے دلائل کی وہ حدیثیں بھی اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ اگر حجۃ الوداع اور عمرہ حدیبیہ کی طرح ان کو متواتر کہہ دو تو بھی بجا نہیں۔

دلائل نبوت کی انھیں کتابوں کے بارے میں مشہور دیوبندی عالم جناب مولانا بدر عالم کا نقطۂ نظر ملاحظہ ہو۔

" اس کے علاوہ بخاری شریف کی شروح میں اس وقت جو سب سے عمدہ شروح سمجھی گئی ہیں۔ وہ دنیا کے دو بڑے حافظوں کی ہیں یعنی حافظ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ رہی شرح حافظ قسطلانی علیہ الرحمۃ تو وہ ان دونوں شرحوں پر مبنی ہے جو شخص ان شروح کا مطالعہ کرے گا وہ یہ دیکھے گا کہ ان حفاظ نے کیسے کیسے آڑے موقعوں

پر اور کتنی کثرت کے ساتھ کتب دلائل کی روایات سے مدد لی ہے۔ کسی روایت سے روای کا نام، کسی مقام کا نام اور کسی سے بعض ضروری تفصیلات علم میں آجاتی ہیں۔ ان کے علاوہ 'متابعات اور 'شواہد' کا بڑا ذخیرہ انھیں کتب سے فراہم ہوتا ہے۔ (ترجمان السنۃ جلد ۴ صفحہ ۹۶)

اسی کتاب کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو۔ عنوان ہے بعض وہ معجزات جن کی عام اسانید تو ضعیف ہیں لیکن حفاظ وائمہ کے نزدیک وہ دوسری قابل اعتبار اسانید سے ثابت ہیں۔ اس کے تحت فرماتے ہیں:

حافظ ابن حجرؒ نے باب علامات النبوت کے شروع میں آپ کی ولادت کے وقت خانہ آمنہ کا منور ہو جانا اور قصور شام کا روشن ہونا، آسمان سے ستاروں کا جھکتا ہوا معلوم ہونا۔ شب ولادت میں ایوان کسریٰ کے بعض کنگروں کا گر جانا آتشکدۂ فردوس کا بجھ جانا اور آپ کی دودھ پلانے والی عورت کے دودھ میں بڑی برکت ہونی اور اس کے علاوہ ان کے گھر میں قسم قسم کی دوسری برکات کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری)

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ پھر ان کی انواع واقسام کا اجمالی تذکرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے جیسے قرآن مجید، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، اہل کتاب کی شہادت، کاہن کی پیشگوئی، غیبی آواز ...، اور انبیاء علیہم السلام کی آ... ﷺ ... متعلق بشار تیں، قصہ

اصحاب فیل اور اس کے علاوہ آپ کے سنِ ولادت میں دیگر عجائبات کا ظہور، اور آسمان پر غیر معروف طریقے پر بکثرت ستاروں کا ٹوٹنا، گذشتہ اور مستقبل کی ایسی خبروں کا بیان کرنا جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کسی کو نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔الخ (الجواب الصحیح از جلد ا صفحہ ۱۴۵ تا ۱۵۵) (ترجمان السنہ جلد ۴)

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو

"یہ عجیب بات ہے کہ جو احادیث یا ضعیف اسانید کے ساتھ کتب دلائل میں روایت کی گئی ہیں۔ان کی پشت پر کوئی نہ کوئی حدیث مجمل یا مفصل، کتب صحیحہ میں بھی موجود نظر آتی ہے اس لئے ہزار آپ انکار یا تاویل کی راہ اختیار کریں لیکن اس نوعیت کے معجزہ کا ثبوت ماننا ہی پڑتا ہے۔(ترجمان السنہ جلد ۴)

ضعیف اسناد کو دوسری ضعیف اسناد سے قوت مل جائے تو حسن کے درجے تک پہنچ جاتی ہے کہ اوپر جیسا کہ اوپر۔ نیز کسی صاحب کے کشف سے بھی روایت کا ضعف دور ہو سکتا ہے (جیسا کہ بانی دارالعلوم دیوبند مولنا محمد قاسم صاحب کے بقول حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک صاحب کشف نوجوان کے بارے میں فرمایا، اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔(تحذیر الناس)

نیز وہ ضعیف روایت بھی جس پر علمائے امت کا عمل ہو ضعف سے بالاتر ہو جاتی ہے۔لہذا یہ روایاتِ میلاد ضعیف ہونے کے باوجود جب ایک دوسری کو تقویت دیں۔ حتیٰ کہ ان کے مضامین 'متواتر' کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ تو

کیوں معتبر نہیں ہوں گی (حالانکہ حسن نہ بھی ہوتیں معجزات و فضائل و مناقب میں ان کا ضعیف ہونا بھی مقبول و معتبر ہونے کے لئے کافی تھا) پھر اہل کشف سب کے سب انھیں تسلیم کرتے آئے ہیں اور کسی ایک صاحب کشف نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی تو ابوالکلام آزاد کے لئے نہ سہی، عام اہل محبت کے لئے یہ بات بھی حجت ہے۔ چنانچہ الخصائص الکبریٰ کے عظیم مصنف علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے پچھتر (۷۵) بار جاگتے ہوئے حضور پُر نور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا حسب ضرورت اور معتبر روایات اور احادیث کے بارے میں بھی پوچھا کرتے۔ اس صورت حال سے بہت سے دوسرے صوفیا و محدثین بھی مشرف ہوئے۔ پھر عظیم محدثین کا محافل میلاد منعقد کرا کے انھیں سننا سنانا بھی گویا علما کے عمومی عمل و قبول کی وجہ سے ان کی قوت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ لہذا خواہ مخواہ ان کے بارے میں شکوک و شبہات وارد کرنا اور افواہیں پھیلانا بغض کی علامت نہیں تو کیا ہے۔

یاد رہے علم حدیث کا ایک اہم قانون تلقی بالقبول بھی ہے یعنی علماء کرام کا کسی حدیث کو قبول کرتے آنا اور یوں اس کے مضمون کا عام انسانوں کی نظر میں مقبول و مستند ٹھہرنا بھی ایک مضبوط دلیل ہے کسی روایت کی صحت کی (اسی کا نام ہے تلقی بالقبول) حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں۔

قَالَ بَعْضُهُمْ يُحْكَمُ لِلْحَدِيْثِ بِالصِّحَّةِ اِذْ تَلَقَّاهُ النَّاسُ بِالْقَبُوْلِ وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ

ترجمہ : بعض علما نے فرمایا کہ حدیث کو صحیح کہا جائے گا بشرطیکہ لوگوں نے اسے قبول کر لیا ہو۔ اگرچہ اس کی کوئی سند صحیح نہ ہو۔ (تدریب الراوی)۔

چنانچہ ابن خلال کی کتاب السنۃ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

ترجمہ : امام ابوبکر مروزی نے فرمایا میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان احادیث کے بارے میں پوچھا جو صفات دیدار خداوندی، معراج عرش کے بارے میں ہیں۔ مگر جہمیہ انھیں نہیں مانتے تو آپ نے انھیں صحیح فرمایا نیز ارشاد ہوا، ان احادیث کو علما کا تلقی بالقبول حاصل ہے۔ لہذا ہم ان کو مانتے ہیں جیسی وارد ہیں (جلدا ۲۴۶، ۲۴۷)

علم حدیث کے اس اصول کے مطابق بھی جن روایات کو ضعیف سمجھ کر ناقابل اعتبار خیال کر لیتے ہیں۔ اُن میں سے ایسی روایات جو تلقی بالقبول کے درجے پر فائز ہوں، اسناد کے ضعف کے باوجود ضعیف نہیں رہتیں اور میلاد شریف کی روایات میں اکثر ایسی ہیں۔

<u>مسولہ روایات پر ایک نظر</u> : سائل نے جناب آزاد سے جن روایات کو خلافِ عقل قرار دے کر اُن سے تصدیق کرانی چاہی یا رائے مانگی۔ ان پر بہت کچھ تبصرہ ہو چکا۔ مختصر یہ کہ مجیب (یعنی آزاد صاحب) کے نزدیک یہ سب ضعیف، منقطع (بلکہ موضوع) ہیں۔ اوپر تفصیل سے یہ بات بیان ہو چکی ہے۔ کہ آزاد صاحب زیادہ سے

زیادہ انھیں ضعیف یا منقطع ہی ثابت کر سکتے ہیں، موضوع کا لفظ محض جوشِ غضب کی بنا پر استعمال کرتے ہیں رہ گیا ان کا ضعیف یا منقطع ہونا۔ اس بنا پر انھیں مسترد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ فضائل اعمال یا مناقبِ رجال میں ایسی حدیثیں قبول ہیں اور حجت بھی۔ اکابر محدثین تک کا یہ حال رہا کہ عقائد اور حلال و حرام وغیرہ میں صحیح یا حسن روایات کا اہتمام کرتے ہیں اور فضائل و مناقب میں ضعیف، منقطع، مضطرب اور مرسل احادیث بھی شاملِ کتاب کر لیتے ہیں (اور اس باب میں کافی سمجھتے ہیں) یاد رہے کہ صحیح ضعیف اور موضوع وغیرہ سارے احکام سند پر ہوتے ہیں متن پر نہیں، یہ بھی ممکن ہے کسی سند کی بنا پر کسی محدث نے کسی روایت کو موضوع سمجھا مگر دوسرے کو وہی حدیث کسی اعلیٰ اور قابل قبول سند سے مل گئی تو اُس کے نزدیک وہ موضوع نہیں رہی۔ علامہ بدر عالم (دیوبندی) فرماتے ہیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ بعض حدیثوں پر بڑے بڑے محدثین نے موضوع ہونے کا حکم لگا دیا ہے لیکن جن حفاظ کو اس کی اچھی سند مل گئی ہے۔ اُنھوں نے اس حکم کو تسلیم نہیں کیا بلکہ صرف اسی سند تک محدود سمجھا جو اس وقت موضوع کہنے والوں کے سامنے تھی۔ اس کے شواہد اسی کتاب میں آئندہ آپ کے ملاحظہ سے گزریں گے (ترجمان السنہ جلد ۴)

۱۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کے وقت ایک مرغ سفید کے نمودار ہونے کا ذکر زرقانی علی المواہب جلد ۱ میں بھی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

پستر دیدم کہ بازوئے مرغ سفید است کہ میمالد دل مرا و رفت از من ترس و درد (مدراج النبوت صفحہ ۱۲) ترجمہ: اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندے کا بازو ہے جو میرے دل پر مل رہا ہے (اس سے) میرا خوف و درد جاتا رہا۔

۲۔ حضرت مریم اور حضرت آسیہ علیہاالرضوان کا ولادت سے پہلے آنا اور بشارت دینا مدراج النبوۃ اور زرقانی (علی المواہب) میں مذکور ہے۔ علامہ ابن الجوزی محدث علیہ الرحمۃ نے مولد العروس میں ان کے ساتھ حضرت حوا علیہاالرضوان کا ذکر بھی کیا ہے۔ فنی بحث تو تفصیل سے ہو چکی۔ اگر کسی کو پھر بھی اطمینان نہ ہو سکے تو شب معراج تمام نبیوں کے بیت المقدس میں آنے (جو بخاری میں ہیں، مذکور ہے،) سے سبق و تسکین حاصل کرے۔

۳۔ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوا تو دو سو عورتیں رشک سے مر گئیں۔ اس روایت سے دراصل یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور ﷺ کا تعارف قدرت نے مختلف ذرائع سے آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی اس تفصیل سے کرا دیا تھا۔ کہ اہل علم و نظر کو آپ کے والدِ ماجد علیہ الرضوان کا حلیہ تک معلوم تھا۔ پھر آپ کی پیشانی میں نور محمدی ﷺ کی تابانی بھی بالکل واضح تھی۔ نبی آخر الزمان کی والدہ بننے کا شرف حاصل کرنے کیلئے عورتوں کا آرزو مند ہونا قدرتی امر ہے اور حضرت سیدہ آمنہؓ میں نور منتقل ہو جانے کے بعد حسرتوں کے بوجھ

بوجہ سے بعض خواتین کا زندگی سے ہاتھ دھولینا قرین قیاس ہے۔ ممکن دوسو والی روایت بھی ہو۔(کیونکہ سائل نے کسی حوالے کے بغیر بات کی ہے)علامہ ابن جوزی نے ایسی خواتین کی تعداد ایک سو لکھی ہے۔(قِیلَ لَمَّا تَذَوَّجُ جُهَامَاتَ مِنْ نِسَاءِ مَكَّةَ مِائَةُ امْرَأَةٍ اَسفاً وَّشَوْ قاً لِنُورِ مُحَمَّدٍ (مولد العروس صفحہ ۱۹،۱۸ یعنی کہا جاتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے حضرت آمنہ بنت وہبؓ سے نکاح کیا تو مکہ کی سو خواتین افسوس اور نور محمدی کے شوق میں راہی ملک بقا ہو گئیں۔

۴۔ جہاں تک آتشکدہ ایران کے بجھنے کا تعلق ہے اسے اکثر محدثین نے نقل فرمایا ہے اور علامہ ابن جوزی نے اس کتاب میں کئی جگہ نقل کیا ہے۔ خصائص کبریٰ اور مدراج النبوت کے علاوہ خصوصاً فتح الباری اور کئی دوسری معتبر کتابوں میں ہے۔ ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کے گرنے کا تذکرہ بھی مذکورہ کتابوں میں موجود ہے۔ خانہ کعبہ کے بتوں کا اوندھے منہ گرنا شواہد النبوۃ (از مولانا جامی) رسالہ مولد النبی (احمد بن حجر الہیتمی) مدراج النبوت (از شیخ محقق) اور رسالہ مولد رسول اللہ (از علامہ ابن کثیر شاگرد حافظ ابن تیمیہ) میں مخزوم بن ہانی مخزومی کی جس روایت میں ایوان کسریٰ کے تھر تھرانے اس کے چودہ کنگروں کے گرنے، آتشکدہ ایران کے بجھنے بحیرہ ساوہ کے خشک ہونے اور موبذان کے خواب کا ذکر ہے اور آزاد صاحب کو بڑی تکلیف محسوس ہوئی ہے۔ یہ ساری روایت علامہ ابن کثیر جو علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں نے

اپنے رسالہ مولد رسول اللہ میں نقل فرمائی ہے۔ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے جو روایت درج کی ہے۔ اس میں ساری دنیا کے بتوں کے بارے میں ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں اَصْبَحَتْ اَصْنَامُ الدُّنْیَا کُلُّهَا مَنْکُوْسَةً یعنی ساری دنیا کے بت اوندھے ہو گئے۔

۵۔ حضور پُر نور ﷺ کا ولادت با سعادت کے کچھ دیر بعد غائب ہو جانا اور آپ کو جنتی لباس کا پہنایا جانا علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ کے مطابق یوں ہے۔ فَاحْتَمَلَهُ جِبْرِیْلُ وَلَفَّهُ فِیْ ثَوْبٍ مِنْ حَرِیْرٍ مِنَ الْجَنَّةِ وَطَافَ بِهٖ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا (صفحہ ۲۸)

ترجمہ: سو حضرت جبریل نے حضور کو اُٹھا کر ایک جنتی ریشمی کپڑے کے اندر لپیٹ لیا۔ اور آپ کے ساتھ زمین کے مشارق و مغارب کا چکر لگایا (ﷺ) علامہ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق باری باری دو بادل آئے اور یوں دو بار حضور ﷺ غائب ہوئے، پہلی بار سفید بادل تھا اور دوسری دفعہ اس سے بڑا۔ اگلے سوال میں جن مختلف آوازوں کا ذکر ہے وہ اسی بادل سے آ رہی تھیں۔

۶۔ زرقانی اور خصائص الکبریٰ کی روایت کے مطابق روشنیوں اور آوازوں کا ذکر اس طرح ہے۔ (ترجمہ)

آپ پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی۔۔۔۔۔ پھر میں نے آسمان کی طرف سے ایک سفید نوری بادل آتا ہوا دیکھا جس میں سے سفید گھوڑوں کے

بھنانے، طائروں کے بازوؤں کی حرکت اور فرشتوں کے کلام کی آواز آتی تھی۔(صفحہ ۹۵)

قابل غور پہلو : سائل کا چھ سوال کر کے اتنی ہی تعداد میں میلاد شریف کی روایات کو خلافِ عقل کہنا اور مجیب کا اتنی ہی باتوں کو ضعیف و موضوع قرار دینا کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ میلاد شریف کے باقی واقعات و روایات عقل ہی کے خلاف ہیں اور نہ علمی تحقیق کے مثلاً

۱۔ حضور پُر نور ﷺ کا بوقت ولادت منسول (غسل شدہ)، مکحول (سرمہ لگائے ہوئے)، مدہون (تیل لگائے ہوئے)، مختون (ختنہ شدہ) اور مسرور (ناف بریدہ) ہونا اور جسم اقدس کا ہر قسم کی آلائش سے پاک ہونا اور نہایت خوشبودار ہونا۔

۲۔ ولادت باسعادت کے فوراً بعد آپ کا بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہونا۔ سجدے کے دوران شہادت کی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف ہو تضرع سے اُٹھائے رکھنا (باقی انگلیوں کا بند رہنا) مٹی کی مٹھی لینا۔

۳۔ حضرت سیدہ آمنہؓ کا شب ولادت ایک ایسا نور دیکھنا جس سے زمین کا منور ہو گئی اور آپ کو شام کے محلات نظر آ گئے (مدراج النبوت میں شیخ محقق فرماتے ہیں در احادیث صحیحہ شہیرہ آمدہ یعنی یہ بات اور مشہور حدیثوں میں مذکور ہے) اور ولادت سے کچھ بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ حضرت شفا کے بقول مشرق تا مغرب

ساری زمین کا منور ہو جانا اور اس روشنی میں شام کے بعض محلات دیکھ لینا۔

۴۔ حضور ﷺ کے جلوہ افروز ہوتے ہی (آتشکدہ ایران کے بجھنے کی طرح) دریائے ساوہ کا خشک ہو جانا اور وادی سماوہ کا دریا کی طرح ہزار سال کے بعد کی طرح جاری ہو جانا۔

۵۔ حضرت سیدہ آمنہؓ کا فرمان خدا نے میری نظر سے پردہ اٹھالیا اور میں نے زمین کے مغارب و مشارق دیکھ لئے، یہ بھی مشاہدہ کیا کہ تین جھنڈے نصب کئے گئے۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبے کی چھت پر۔

۶۔ دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت کا ہونا اور اس پر کلمہ شریف کا لکھا ہونا۔

۷۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی روایت کے مطابق کعبے کا مقام ابراہیم کی طرف جھکنا اور یہ کہنا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ رَبُّ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰے اَلْاٰنَ قَدْ طَهَّرَنِیْ رَبِّیْ مِنْ اَنْجَاسِ الْاَصْنَامِ وَاَرْجَاسِ الْمُشْرِكِیْنَ (اللہ اکبر اللہ اکبر، جو محمد مصطفی ﷺ کا رب ہے۔ اب میرے رب نے مجھے بتوں، نجاستوں، اور مشرکین کی شرارتوں سے نجات دی ہے)

یہ اور اس قسم کی دوسری روایات ہی تسلیم کرلی جائیں تو جھگڑا ختم ہو سکتا ہے ویسے بھی اپنے آقا و مولا ﷺ کی عزت و عظمت کا مسئلہ ہے۔ جھگڑا کیوں کیا جائے۔

مومنانہ اور منافقانہ طرز فکر: آپ نے گذشتہ صفحات میں چند سوالات اور ان کے دو قسم کے جوابات ملاحظہ فرمائے۔ سوال کرنے والے نے ان بعض روایات کو ' خلافِ عقل ' قرار دیا جن کا تعلق حضور سرورِ کون و مکاں مالکِ دوجہاں ﷺ کی عظمت سے ہے۔ اُسے ان روایات کو قبول کرنے میں تردد اس لئے ہے کہ اُس کی عقل انھیں تسلیم نہیں کرتی۔ جواب دینے والے (مولانا ابو الکلام آزاد) نے بھی ان روایات کو ناقابلِ تسلیم ہی گردانا ہے۔ مگر عقل سے نہیں، علمی تحقیق سے، گویا ان کی عقل تو انھیں تسلیم کر سکتی تھی مگر علم کا فیصلہ ان کے خلاف ہے لہذا انھیں بھی ان روایات میں کوئی صداقت نظر نہیں آتی اور لامحالہ وہ بھی 'انکار' پر 'مجبور' ہیں (یا چونکہ اُنھیں انکار ہی مقصود تھا وہ انھیں کرنا ہی تھا مگر ان کی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ 'علم' کے زور سے انھیں کمزور وضعیف ثابت کریں، جیسا کہ اوپر تفصیل سے کچھ گزرا) ہمارے نزدیک علمی تحقیق کوئی جرم نہیں۔ لیکن اپنے رسول مکرم ﷺ کی خداداد شان و عظمت پر ایمان تو ہونا چاہیئے۔ مومن کے نزدیک عقل یا علم سب درِ مصطفےٰ (ﷺ) کے خادم ہیں۔ اس کا ایمان اپنی عقل یا اپنے علم پر نہیں۔ اللہ پر ہے۔ اور اس کے پیارے بے مثال و لاجواب رسول پر (ﷺ) ایمان لانے سے پہلے اپنی عقل یا اپنے علم پر اعتماد کیجئے کسی کو کیا اعتراض، ایمان لانے کے بعد ان سب کو حضور پُر نور ﷺ کی بارگاہ میں نذر کر دیجئے۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں ہر عاقل جسے اپنے سے بڑا عاقل تسلیم کرتا ہے۔ اُس کا فیصلہ بلا چون وچرا مانتا ہے۔ اور ہر عالم جسے اپنے سے بڑا عالم مانتا ہے۔ اُس کے حکم پر چلتا ہے۔ نبی (ﷺ) پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ

اُسے انسانی عقل و علم کا منتہا سمجھا اور مانا جائے۔ ایمان کے بعد مومن کی عقل نبی کے بارے میں شک یا انکار کے راستے پر نہیں چل سکتی۔ اب اُسے نبی کی عظمت یا حکمت پر رائے زنی یا تنقید کا حق نہیں ، ہاں نبی کی تعلیمات پر ایمان لا کر ان کے اندر چھپے ہوئے اسرار پر غور کرنا ہے

مثلاً نماز کا حکم ملا۔ مومن کا یہ کام نہیں کہ اس حکم میں شک کرے۔ معاذ اللہ اسے نا قابلِ عمل یا بے فائدہ سمجھے۔ اس بات پر تو اسے یقین ہونا چاہئیے کہ نماز قابل عمل بھی ہے، مفید بھی۔ اب اپنی عقل سے نماز کی حکمتیں اور فوائد تلاش کرے اس کا رویہ باغیانہ نہیں عاجزانہ ہوگا۔ تو علم و حکمت کے بند دروازے اُس کے لئے کھلتے جائیں گے اور اسرار خود اس پہ واشگاف ہونے کے لئے بیقرار ہوں گے۔ یونہی اُسے معلوم ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا، اس نے سنا تو فوراً مان لے اور پھر اس پر غور کرے کہ اس سے حضور ﷺ کی کیا کیا عظمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تحقیق کرنا ہو تو یہ کرے، بات سنانے والا کون ہے ، کیا اس نے یہ بات اپنی طرف سے کی ہے یا قرآن و حدیث کے حوالے سے یا اکابر علما و صوفیا سے اس نے اخذ کی ہے۔ بہر حال ایمان لانے کے بعد شیوہ تسلیم و رضا ہی موزون و مناسب ہے۔ ، باغیانہ روش ، ملحدانہ ہٹ دھرمی یا منافقانہ پیچ و تاب جائز نہیں۔ فیصلہ تو پہلے کرنا تھا کہ ایمان لاؤں یا نہ لاؤں حلقہ بگوش اسلام ہوں یا نہ ہوں جب یہ فیصلہ کر چکا اور اپنے اختیار سے ایمان لا چکا تو اب اپنے تمام اختیارات محبوب حجازی علیہ الصلاۃ والسلام کی گرد راہ پر قربان کر دے۔ اصل بات تو رسالت ہے۔ مخلوق میں اس سے بڑھ کر کوئی

بلندی نہیں۔ باقی تمام معجزات و کمالات اسی سے وابستہ ہیں اور اسی کے زیر اثر۔ اے بندے! رسول مان لیا تو اب جرح نہ کر۔ کمالات پر بھی ایمان لا۔ رسول کا ماننا اُسے صاحب کمال ماننا ہے بے کمال ماننا نہیں۔ اگر رسول مان کر اُنھیں بے کمال ماننا ہے تو اسے ایمان نہیں کہتے ہیں، نفاق کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں نہایت ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ ہے حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا کفار کو یقین تھا کہ واقعہ معراج اس حد تک 'خلاف عقل' ہے کہ صدیق بھی پھسل جائیں گے مگر جناب صدیق اکبرؓ نے جو جواب دیا اُس نے نقطہ ایمان کی تفسیر کر دی اور عقل پرستوں کو عقل سمیت ورطۂ حیرت میں غرق کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔

نَعَمْ اِنِّیْ لَاُ صَدِّ قُہٗ بِمَا ھُوَ اَبْعَدُ مِنْ ذٰلِکَ اُصَدِّ قُہٗ بِخَبَرِ السَّمَا فِیْ غَدْوَۃٍ اَوْ رَوْ حَۃٍ (ہاں میں ضرور آپ کی اس سے بھی زیادہ دور کی بات میں تصدیق کرتا ہوں، غدوۃ میں تصدیق کرتا ہوں آسمانی خبر کی جو اُن کے پاس صبح کو آئے یا شام کو آئے) حدیث کے آخری الفاظ ہیں فَلِذٰلِکَ سُمِّیَ اَبُوْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقَ یعنی اسی وجہ سے ابو بکر کا نام صدیق ہو گیا۔ (خصائص کبریٰ بحوالہ حاکم بن مردویہ۔ حاکم نے اسے صحیح کہا)۔

سوچئے واقعہ معراج سے زیادہ (عقل والوں کے لئے) عقل شکن کیا ہو گا اور ابو جہل سے زیادہ ضعیف و منکر راوی کون ہو سکتا ہے مگر صدیق اکبرؓ نے دو ٹوک انداز عقل کے تمام داؤ پیچ ختم کر دیے اور بغیر کسی 'ادنیٰ' سے تامل کے گویا

وضاحت کردی کہ رسالت مان لینے کے بعد کسی فضیلت کا انکار کرنا خود بے عقلی وبے توفی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ 'عقل و علم' کے ان تیرہ دل دیوانوں کو 'رسالت پر ایمان لانے کی توفیق ملی نہ توحید پر۔ توحید سنگ و شجر کے بے کس دیوتاؤں سے ناتا توڑ کر اس سچے اللہ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ پر ایمان لانے کا نام ہے۔ جو ایک 'کن' سے ساری کائنات بنا سکتا ہے۔بلکہ جتنی کائناتیں چاہے معرض وجود میں لا سکتا ہے۔جو تمام طاقتوں کا مالک ہے، جو چاہے کر سکتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔ وہ ایک ہی دینے والا ہے۔ جو نعمت، عزت، سطوت، حکومت اور قدرت جسے چاہے دے۔ جتنی چاہے دے جب چاہے دے اور جب چاہے سلب فرمائے۔ نبی اسی ذات قادر و قیوم کا نمائندہ اسی کی قدرتوں کا مظہر ہوتا ہے اور اس کی مخلوق میں جو کمالات ہو سکتے ہیں۔

ان سب سے زیادہ کمالات سے متصف اور باقی مخلوق کے لئے اللہ کی رحمت کا دروازہ اور نعمتوں کا وسیلہ ہوتا ہے۔ مخلوقِ خدا میں نبی ایسی بے پناہ طاقتوں سے مزین ہوتا ہے کہ اس سے خدا کی لازوال قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں۔خدا کے بعد 'علم و عمل' کا سب سے بڑا چشمہ نبی ہی ہوتا ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ جیسے وہ خدا کی قدرت کا مظہر ہوتا ہے۔ایسے ہی حکمت کا بھی مظہر ہوتا ہے۔ وہ خدائی (اسرار کا امین ہوتا ہے، بہت کچھ جاننے کے باوجود بتقاضائے حکمت اُسے خاموش رہنا پڑتا ہے اور بہت سے اختیارات سے آراستہ ہوتے ہوئے بھی کبھی اُسے پتھر کھا کر خاموش رہنا پڑتا ہے کہ حکمتِ خداوندی کا یہی تقاضا ہے۔ کہ وہ سراپا صبر و استقامت بن کر خدا کی 'شان صبوری' کا مظہر بن سکے۔

معجزہ کیا ہے؟ نبی کی اُس خداداد طاقت کا نام جس کا جواب لانے سے باقی مخلوق عاجز ہو۔ جہاں یہ نبی کی عظمت کا نقیب ہوتا ہے۔ وہیں شہنشاہِ حقیقی کی بے مثال قوت وقدرت کا ناقابل انکار ثبوت ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا نبی اللہ کی قدرت کا مظہر ہے۔ یوں سمجھئے اللہ اپنی شان قدرت کا کوئی خاص جلوہ دکھانا چاہے تو اپنے کسی محبوب ہی کے ذریعے دکھائے گا۔ نبی کے ذریعے دکھائے تو اس جلوہ قدرت کو معجزہ کہیں گے اور ولی کے ذریعے تو کرامت، جن لوگوں نے کسی معجزے یا کرامت کا انکار کیا۔ آپ اُن کے خیالات پڑھ کر دیکھیں۔ اصل انکار اس لئے نہیں ہوتا کہ اس کی روایت شایانِ شان طریقے سے اُن تک نہیں پہنچی بلکہ انکار کی اصلی وجہ یہ ہوتی ہے کہ زبان سے ماننے کے باوجود وہ دل سے اللہ کی قدرتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ نبی کے کمالات کا انکار اُن کو اپنی طرح بشر اور بے بس سمجھنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انکار کی وجہ اس سے بھی بڑی ہے وہ یہ ہے کہ خدا کو بھی اپنی طرح مجبور اور بے بس سمجھتے ہیں۔ اُن کو لاکھ سمجھاؤ کہ خدا وہ کیسا جو مجبور ہو، مجبوری مخلوق کے لائق ہے۔ خالق کے لائق نہیں۔ مگر اُن کی عقلِ بے نور کچھ نہیں دیکھتی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر شے میں قدرتِ خدا کا کچھ نہ کچھ جلوہ ہے۔ باہر کیا جائیں۔ آپ اپنے اندر ہی غور کریں، آنکھ، کان، ناک، معدہ، نظامِ انہضام، رگوں پٹھوں کا سلسلہ، ایک انسان کے اندر ایک جہانِ حقائق آباد ہے۔ اور پھر اس کا آغازِ وجود ایک قطرۂ پانی۔ کونسا پہلو ہے جو پکار پکار کر اُس کی قدرت کاملہ کی دہائی نہیں دے رہا۔ پھر ایک انسان ہی نہیں جس چیز کو بھی دیکھیں، اُس میں قادرِ مطلق کی

کی قدرتِ غیر محدود کے جلوے نظر آتے ہیں ۔ حضرت اقبال فرماتے ہیں۔

گلزار ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ
ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ
کھولی ہیں ذوق دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہگزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

آدمی کا نطفہ سے پیدا ہونا یہ بھی آیتِ قدرت ہے اور اپنے وجود میں بھی کوئی کم حیرت انگیز علامت نہیں۔اب یہ راز کھولنا ہو کہ کون نطفے سے پیدا کرتا ہے۔وہی اس کے بغیر بھی پیدا کر دے تو کھل جائے گا۔کہ واقعی جو نطفے سے پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے،وہ اس کے بغیر بھی پیدا کر سکتا ہے۔گویا حضرت عیسیٰؑ کا عام روش سے ہٹ کر پیدا ہونا اللہ کی اس قدرت کا مظہر بن گیا کہ وہی سب کو ایک مخصوص طریقے سے پیدا کرتا ہے۔آگ کو جلانے کی قوت کس دی ہے (اور یہ قوت از خود حیران کن بھی ہے) بات اس سوال تک رہے گی تو کئی مدعی بن جائیں گے کہ میں نے یا مرے فلاں دیوتا نے آگ کو جلانے کی طاقت بخشی ہے مگر جب آگ اسی دیوتا کو یا اس کے پوجنے والے کو تو جلا دے اور اللہ کے سچے پیغمبر پر گلزار ہو جائے تو کوئی ابہام نہیں رہے گا کہ اللہ ہی نے آگ کو جلنے جلانے کی طاقت بخشی ہے۔آگ کا جلانا بھی آیتِ قدرت الٰہی ہے اور نہ جلانا بھی، مگر نہ جلا کر وہ آیتِ قدرت بھی بن گئی،اور آیت نبوت (یعنی معجزہ) بھی بن گئی۔

آیاتِ نبوت گویا آیات الٰہیہ ہی ہیں بلکہ آیات الٰہیہ کی پہچان کا ذریعہ بھی

جن لوگوں نے معجزات کا اس لئے انکار کیا کہ یہ قوانینِ فطرت کے خلاف ہیں محض ہٹ دھرمی سے کیا ورنہ یہ تو قوانین فطرت کا اہم حصہ بلکہ تقاضا ہیں۔ افسوس ہے وہ فطرت سے فاطرِ ہستی تک نہ پہنچ سکے اور انھوں نے بزمِ کائنات میں پھیلے ہوئے قدرت کے مختلف نظاروں کو نہایت ہی اوپر کے انداز میں دیکھا۔

سرسری تم جہاں سے گزرے
ورنہ ہر جا جہان دگر تھا

بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ مقصود یہ تھا کہ جن لوگوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کا انکار کیا ہے۔ اُنھیں نہ اُن کے منصب نبوت پر ایمان حاصل ہے نہ اُن کے بھیجنے والے قادرِ مطلق کی قدرتوں پر اور پھر غضب یہ ہے کہ اپنی اس سراسیمگی و وحشت کو علم کا نام دے لیتے ہیں اپنے فقدانِ تدبر کو عقل سمجھتے ہیں اور اپنے انکار پر ایمان کا لبادہ پہنا دیتے ہیں۔ یہاں ایمان بچانے اور اس پر قائم رہنے کا وہی طریقہ ہے جو یارِ غار نبوت حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے سکھایا ہے یعنی رسول کو اتنا عظیم اور منبع کمالات مانو کہ اُس کے کسی کمال میں شک نہ ہو ۔ خصوصاً سرور کائنات باعثِ تکوین عالم حضور پُر نور ﷺ جو تمام رسولوں کے سردار اور اللہ مالک الملک کے سب سے بڑے نائب و مظہر ہیں۔ کے بارے میں تو یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ جو کمال بھی مخلوق کو دیا جا سکتا ہے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہے۔

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بر وست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام
مقصود ذاتِ اوست دگر جملہ طفیل
منظور نورِ اوست دگر جملگی ظلام

یہ اشعار ہیں برکۃ المصطفےٰ فی دیار الہند، شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے جنھوں نے اپنے عقیدہ و ایمان کا اظہار فرماتے ہوئے دو ٹوک انداز میں فیصلہ دیا ہے کہ جو رتبہ بھی (مخلوق کے لئے) ممکن تھا، حضور پُر نور ﷺ پر اس کی انتہا ہو گئی اور (بندوں کو دینے کے لئے) جو نعمت بھی بارگاہِ ذوالجلال میں موجود تھی، آپ پر اس کی تکمیل ہو گئی، اصل بات یہ ہے کہ مقصود کائنات آپ ہی کی ذاتِ ستودہ صفات ہے (ﷺ) باقی ساری مخلوق انبیاء و اولیاء ہوں یا حور و قدسی، جن و بشر ہوں یا وحوش و طیور، سب آپ کے طفیلی ہیں۔ باعث امکاں ہے تو ایک آپ کا نور، آپ کے سوا دنیا میں ظلمات ہی ظلمات ہے (یعنی جو بھی چمکا آپ کے نور سے چمکا، آپ کے سوا کوئی نہیں چمک سکتا) یہی شیخ محقق ایک اور مقام پر بندہ مومن کو توحید و رسالت کی حقیقت سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

؎ مخواں اُو را خدا، از بہر حفظِ شرع، پاس دیں
دگر ہر وصف کش می خواہی اندر مدحش املا کن

یعنی: (اے حضور پُر نور ﷺ کی نعت کہنے والے) حضور کو خدا مت کہو کہ شریعت اور دین کی حفاظت کا یہی تقاضا ہے۔ اس کے سوا آپ کی تعریف میں جو کچھ بھی کہنا چاہے، اجازت ہے۔

مطلب یہ کہ آپ خدا نہیں (اور خدا کی وہ صفات جو خدا ہی میں ہو سکتی ہیں، کسی دوسرے میں ممکن نہیں۔ آپ میں بھی نہیں مثلاً خالق ہونا، معبود ہونا، واجب الوجود ہونا اور مستقل بالذات ہونا صرف خداوندِ وحدہ لاشریک کے شایان شان ہے۔ حضور ﷺ بھی خالق و معبود، واجب الوجود اور مستقل بالذات نہیں) ایسے اوصاف کے سوا باقی جس طرح بھی چاہے سرکار ﷺ کی مدح و ثنا کر۔

یہی بات مقبول بارگاہ رسالت امام الشعرا والصوفیہ حضرت علامہ بوصیری علیہ الرضوان نے فرمائی ہے۔ آپ کے یہ تین شعر لوحِ دل پر لکھنے کے لائق ہیں۔ فرماتے ہیں۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ

وَ احْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَ احْتَکِمِ

فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ

وَ انْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللهِ لَیْسَ لَهٗ

حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

ترجمہ : (ا)۔ جو کچھ عیسائیوں نے اپنے پیغمبر (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں کہا (یعنی خدا یا خدا کا بیٹا) اسے چھوڑ کر باقی جو چاہے حضور ﷺ کی نعت میں کہہ اور خوب بیان کر۔

(۲) اس کے سوا جو شرف بھی چاہے آپ کی ذات سے منسوب کر دے کے متعلق جس بزرگی کو چاہے منسوب کر۔

(۳)۔ کیونکہ حضور ﷺ کی بزرگی کی کوئی حد نہیں جس کو کوئی بولنے والا بیان کر سکے۔

تو حضرت بوصیری علیہ الرحمۃ والرضوان جن کا قصیدہ صوفیہ و علما کا وظیفہ ہے یہی نصیحت فرما رہے ہیں جو شیخ محقق نے فرمائی۔ انھیں دو پر موقوف نہیں۔ ہر مومنِ کامل اسی انداز میں سوچتا ہے۔ بقول شاعر جو حضور پاک ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزار ہے۔

خدا تیرا خدا ہے تو خدا کا پاک بندہ ہے
خدا تو تو نہیں، نورِ خدا شانِ خدا تو ہے
تیری تعریف میں جتنا بڑھیں سب تجھ کو شایاں ہے
فقط اک ناروا یہ ہے کہ یوں کہئے خدا تو ہے

جس کی شانِ بلند کا یہ حال ہو کہ خدا کے سوا اور خدا کے بعد سب کچھ ہوں۔ اُن کی عظمت کو متنازع فیہ ٹھہرالینا اسلام کی خدمت نہیں بلکہ بدترین قسم کی اسلام دشمنی ہے۔ جب انھیں کی ذات و صفات کے بارے میں جو مظہر ذات و صفات ہیں شکوک و شبہات پھیلائے جائیں گے، تو محبت کے رشتے ٹوٹ جائیں گے اور یقین و ایمان کا نور مدھم ہوتے ہوتے آخر کار بالکل گم ہو جائے گا۔ توحید کے سب سے بڑے نقیب بھی حضور ہیں اور اس کی سب سے بڑی دلیل بھی حضور ہی ہیں۔ جو لوگ توحید بچانے کے بہانے عظمت رسالت سے بغاوت کرتے ہیں۔ واللہ توحید سے خالی بھی ہوتے ہیں۔ نا آشنا بھی۔ ہاں ہاں! توحید کے انوار کی سب سے بڑی جلوہ گاہ ذاتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا ہے۔ ان سے دور ہو کر تو

بڑے سے بڑا فلسفی توحید کو نہیں پہچان سکتا، ہم تم کس کھاتے میں ہیں۔ ذرا سوچئے اسلام کو آئے چودہ صدیاں بیت گئی ہیں۔ علم و فضل نے بڑی ترقی کی ہے سائنس نے قابلِ ذکر عروج حاصل کر لیا ہے۔ مختلف قسم کے علوم معرض وجود میں آ گئے ہیں۔ فلسفہ و نفسیات کہیں سے کہیں پہنچ گئے ہیں۔ کئی ایسی چیزیں بازارِ ہستی میں دستیاب ہیں جو اسلام کی صداقت کی منہ بولی تصویریں ہیں اس کے باوجود کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ سے بھی زیادہ کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کی توحید کے اسرار سے سرشار ہے اور اُس کی معرفت سے مالامال ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ کسی پاگل کے سوا، ایسا دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا۔ وجہ کیا ہے، صحابہ کرامؓ نے اپنی آنکھوں سے برہان الٰہی دیکھ لی تھی۔ برہان کون؟ سنئے قرآن پاک سے یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِنْ رَّبِّکُمْ وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (النساء ۱۷۴) ترجمہ: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا (کنزالایمان)۔

فرمایئے حضور ﷺ برہان ہیں اللہ کی۔ اس سے بڑھ کر اللہ کی معرفت کا سہارا اور کون ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ کا اُٹھنا اور بیٹھنا، چلنا پھرنا، بولنا اور چپ رہنا، سونا اور جاگنا، دینا اور لینا، کھانا اور پینا وغیرہ ہر ادا میں اللہ کی قدرت کا جلوہ ہے۔ آپ برہان جو ہوئے لہٰذا آپ کے معجزات گنتی کے نو دس نہیں، ان گنت ہیں۔ پھر آپ کے ان گنت معجزات بھی پہلو دار ہیں یعنی ایک ایک معجزے کے دامن میں کئی کئی معجزات سمٹے ہوئے ہیں ان سب کا تقاضا ماننا ہے، انکار کرنا نہیں اور

اگر کوئی بد نصیب 'برہان' دیکھ کر بھی خدا کی وحدت و قدرت کے حضور سر تسلیم و عبادت خم نہیں کرتا تو اُس نے کیا قدر کی حضور ﷺ کے برہان ہونے کی۔

یہاں بھی سوچئے اگر برہان ہونے کا تقاضا یہی ہے کہ ہر ادا معجزہ بلکہ جامع المعجزات ہو تو یہ سلسلہ (ادا ادا کے معجزہ ہونے کا) کب شروع ہونا چاہئے۔ قرآن پاک کے الفاظ تو صریح ہیں کہ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ (برہان بن کر تمہارے پاس آئے ہیں) تو فرمائیے کہ یہ سلسلہ آنے ہی سے (یعنی ولادت ہی سے شروع کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ولادتِ مقدسہ کے واقعات پکار پکار کے دہائی دے رہے ہیں کہ تشریف لانے والا اپنے رب کی 'برہان' بن کے آیا ہے۔

اگر برہان نہیں تو بت اوندھے کیوں گر رہے ہیں۔

اگر برہان نہیں تو کعبہ مقام ابراہیم کی طرف کیوں سجدہ کر رہا ہے۔

اگر برہان نہیں تو ہزار سالہ آتشکدہ ایران کیوں بجھ گیا ہے۔ اور اگر برہان ہیں تو بتوں کے اوندھے منہ گرنے، کعبہ کے مقام ابراہیم کی طرف سجدہ ریز ہونے اور آتشکدہ ایران کے بجھنے میں کوئی استحالہ نہیں یہ تو برہان ہونے کی 'برہان' ہیں۔ دیکھا حضور ﷺ کے بارے میں قرآنی دعویٰ ہے 'برہان' ہونے کا۔ سوائے قرآنی دعوے پر ایمان لانے والو، تمہیں میلاد شریف کے ارہاصات (و معجزات) میں کوئی بات بھی ناممکن اور بے دلیل نظر نہیں آنی چاہئے، ورنہ یہ ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن پاک پہ تمہارا ایمان زبانی دعویٰ کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ہم نے اوپر شیخ محقق حضرت عبدالحق محدثِ دہلوی اور حضرت سیدنا امام بوصیری کے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ اسی 'برہان' کی تفسیر ہیں۔ بلکہ اگر غور کیا

جائے تو آپ کے نام محمد کا معنیٰ بھی انھیں حقائق کا اعلان کرتا ہے۔ (کہ معنیٰ کے اعتبار سے محمد وہ ذات پاک ہے جس کی بار بار لگاتار تعریف کی جائے اور تعریف ختم نہ ہو "اَلَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْداً بَعْدَ حَمْدٍ ، اَلَّذِیْ یُحْمَدُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ ، اَلَّذِیْ یُحْمَدُ کَرَّةً بَعْدَ کَرَّةٍ)۔ سو بالیقین محمد ہی اللہ کی برہان ہیں، محمد اللہ کی برہان ہی ہیں یہ برہان ہیں اسی لئے ان کا نام محمد رکھا گیا، یہ محمد ہیں اس لئے اللہ نے انھیں اپنی برہان بنایا۔ اب جو ذات پاک محمد اور برہان ہو اُس میں خوبیاں ہوں گی کمالات ہوں گے۔ اُنھیں محمد اور برہان مان کر پھر نقائص اور عیوب کی تلاش کرنا ایمان کے ساتھ بغاوت اور عقل سے ابو جہل والا بیر ہے۔
اگر یہ معانی مرد مومن کے ایمان کو جگمگ جگمگ روشن کر رہے ہوں تو خود اُن معجزات کو جو کتابوں میں درج ہیں اور اُن ارہاصات کو جو بعثت سے پہلے یا بوقت ولادت رونما ہوئے۔ خود بخود اصل تعداد کے مقابلے میں نہایت کم خیال کرے گا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب مستطاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

آیات و کرامات کہ ولادتِ آنحضرت ﷺ ظاہر شدہ زیادہ بر آنست کہ در حدِ حصر واحصار درآید و آنچہ مذکور شد پارۂ ازاں است واشہر وابہر واعجب آں جنبیدن ولرزیدن ایوان کسریٰ و افتادن چہاردہ کنگرہ اوست (جلد ۲ صفحہ ۱۳)

ترجمہ: حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر جو آیات و کرامات ظاہر ہوئیں، کسی گنتی میں نہیں آسکتیں اور جو کچھ مذکور ہوا اصل کا (نہایت مختصر سا) حصہ ہے۔ ان سب میں مشہور ترین روشن ترین اور عجیب ترین ایوان کسریٰ کا ہلنا اور لرزنا اور اس کے چودہ کنگروں کا گرنا ہے۔

ایمانداری سے سوچئے جب یہ کیفیت ہو پھر جو مختصر سا حصہ مذکور ہوا اسی کا انکار کیا جائے۔ کتنی بڑی زیادتی ہے۔ پھر جس واقعے کو مذکورہ واقعات میں شیخ محقق جیسا محقق سب سے زیادہ مشہور واضح اور عجیب قرار دے رہا ہے۔ اُس کو تسلیم نہ کیا جائے، تو نبی کریم کے محمد ﷺ اور برہان ہونے سے سر تابی کے سوا کیا ہے۔

حُضور نقشِ لاثانی کا تصرُّف

میں اپنے برادرِ طریقت ڈاکٹر غلام یٰسین صاحب (نارووال) کے ساتھ اسی موضوع پر تبادلہ خیالات کر رہا تھا تو فرمانے لگے

"حضور نقش لاثانی ابھی ابھی جلوہ افروز ہو کر فرماتے ہیں۔ ان (منکرین) سے پوچھو کیا ولادتِ باسعادت کے وقت رونما ہونے والے ارہاصات 'کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْكَ عَظِیْماً. ترجمہ: اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ ('سورہ النسا آیت ۱۱۳ کا آخری حصہ') سے باہر ہیں۔ اگر باہر ہیں تو اس فضلِ عظیم کی حد کیا ہے (کونسے کمالات اس کے دائرے میں ہیں کون سے نہیں؟)

الحمدللہ یہ اوپر کے مضمون کی غائبانہ تائید اور اس فقیر کی علمی دستگیری ہے اللہ اللہ شیخ کامل علیہ الرضوان جن کے فیضِ نگاہ ہی سے اپنی تقریر و تحریر کا سلسلہ جاری ہے۔ اپنے ایک خادمِ خصوصی کے ذریعے ایک تیسری دلیل جو پہلی دو دلیلوں (یعنی اسم پاک اور برہان) کی مزید تفسیر ہے سکھا رہے ہیں۔ دلیل کا نچوڑ یہ ہے کہ حضور پُرنور علیہ السلام پر جب اللہ کا فضلِ عظیم ہے تو اس عظیم کی کیا حد ہوگی یقیناً ہر بڑے سے بڑا کمال اُس ذات میں موجود ہے جو محمد (یعنی خوبی ہی خوبی) ہے۔ اللہ کی بُرہان ہے۔ اور جس پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

اگر یہ عقیدہ پختہ نہ ہوگا اور ذات رسالت کے بارے میں یہ تصور نہ ہوگا تو 'ایمان' نام کی کسی شے کا وجود متحقق ہی نہیں ہوگا اور ہر قدم پر 'عقل کی آبلہ پائی' اور علم کی 'نارسائی' راستہ روک لے گی۔ محدثین کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے ایک ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے سینکڑوں میل پا پیادہ چلنا گوارا کیا اور علمِ حدیث کو فروغ دینے کے لئے ناقابلِ تصوُّر مشکلات برداشت کیں۔

پھر حدیث کی درجہ بندی کرنے کے لئے اصول و ضوابط مقرر کیئے آخر اس بات پر کیوں راضی ہو گئے کہ ضعیف حدیثیں بھی کسی بزرگ کے مناقب اور کسی عمل کے فضائل میں معتبر ہوں گی۔ آخر کیوں؟ وہ جانتے تھے کہ فضائل و مناقب سے کسی کا نقصان نہیں۔ نیز ایسی روایات کسی مسلمہ حقیقت کے خلاف بھی تو نہیں ہوتیں۔ خصوصاً معجزات و کمالاتِ نبوت کے بارے میں بھی انھوں نے تساہل (یعنی نرمی) سے کام لیا۔ اسی خیال سے کہ جن کے معجزات و

کمالات ہیں ان کی شان اس سے بھی کہیں ارفع واعلیٰ ہے۔ پھر قرآن کی آیات اور احادیث متواترہ وصحیحہ سے جن معجزات وکمالات کا اثبات ہوتا ہے۔ وہ ان ضعیف روایات میں وارد ہونے والے معجزات سے کہیں زیادہ عجیب اور عقل سے بالاتر ہیں۔

نیز سوچئے کیا یہ حقیقت نہیں کہ مختلف قوموں اور ملکوں کی تاریخ میں ہم جن روایات کو تسلیم کرتے ہیں ان کی بنیاد علم حدیث کے اصولوں پر نہیں ہوتی اور تواریخ عالم کے واقعات جنھیں ہم بغیر کسی سند کے بہت معتبر مانتے ہیں۔ ضعیف حدیثوں میں آنے والے واقعات کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ دنیا کے سچے جھوٹے بادشاہوں کے بارے میں ہماری 'عقل' کوئی پیچ و تاب نہیں کھاتی ۔ 'علم' کو کسی سند کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مگر جب یہی 'عقل وعلم' فضائل محبوبان الٰہی کے دروازے کی طرف رخ کرتے ہیں۔ تو عقل کا قافیہ تنگ ہو جاتا ہے اور علم، تحقیق کا خنجر لے کر آدھمکتا ہے۔

آیئے 'معجزاتِ ولادت' کو ضعیف کہنے والوں سے ہم سوال کرتے ہیں کہ اچھا یہ روایات ضعیف سہی۔ آپ فرمایئے ان کا رد کرنے کے لئے آپ کے پاس بھی زبانی جمع خرچ کے سوا کوئی ضعیف روایات ہیں۔ مثلاً کیا کسی ضعیف روایت سے آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے وقت آتشکدہ ایران نہیں بجھا تھا یا کیا آپ کو ایسی کوئی ضعیف روایت ملی ہے۔ جس سے بحیرہ طبریّہ کے خشک ہونے کی نفی ہوتی ہو۔ آپ زیادہ سے زیادہ ان روایات کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مان لیا کہ یہ ضعیف ہیں

مگر آپ کے اپنے پاس تو ضعیف روایت بھی نہیں جس سے ان حقائق کی نفی ہو تی ہے۔ پھر بھی آپ اپنے اصرار پہ قائم ہیں تو یہ مومنانہ نہیں منافقانہ سوچ ہے۔ ضعیف ضعیف کی رٹ وہی لگاتا ہے جس کا اپنا ایمان ضعیف ہے۔ تو اے نبی ﷺ کی عظمتوں پر ایمان رکھنے والو، تمھیں یہ سعادت مبارک ہو کہ اللہ کے محبوب ﷺ کی عظمتوں کو ماننا ہی اصل ایمان ہے۔ جسے یہ تسلیم نہیں وہ توحید کے دعویٰ کے باوجود توحید کے نور سے محروم ہے اور ایمان سے دور ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُعَظَّمِیْنَ
وُ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

نقشِ لاثانی پبلک سکول

داخلہ جاری ہے

اِمتیازی خصوصیات :

- دین ہماری اولین ترجیح۔
- آپ کے بچوں کے اعلیٰ مستقبل کی تعمیر کا ضامن۔
- جدید سائنسی اور اسلامی تقاضوں کے عین مطابق۔
- ابتدائی کلاسوں سے کمپیوٹر کی تعلیم اور عملی کام میں مہارت۔
- بچوں پر انتہائی خصوصی اور انفرادی توجہ۔
- تربیت یافتہ اساتذہ کی زیر نگرانی۔
- پرسکون اور صحت مند ماحول بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام۔

مثالی کردار کی تعمیر :

نقش لاثانی پبلک سکول طلباء کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ وہ اپنی ذات کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا اور پیارے رسول ﷺ کی خوشنودی کو اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھیں۔ ہماری اولین کوشش ہے کہ ہر طالب علم مستقبل میں قوم و ملت کیلئے ایک عظیم سرمایہ ثابت ہو۔

کاروبار نہیں مشن :

نقش لاثانی پبلک سکول محض کاروباری اور تجارتی بنیادوں کی بجائے قومی خدمت کے مشنری جذبے کے تحت قائم کیا گیا ہے۔

NAQSH-E-LASANI PUBLIC SCHOOL

NEAR JINNAH STADIUM,SIALKOT PH: 588104

مکتبہ نقش لاثانی

مکتبہ ہذا سے مندرجہ ذیل تصانیف مل سکتی ہیں :-

(ا) مطبوعات بزم لاثانی :-

۱۔ انوار لاثانی (حضور شہنشاہ لاثانی علی پوری کی سوانح حیات)

۲۔ سیرت حضور نقش لاثانی (برکات و کرامات) ۳۔ ماھنامہ "انوار لاثانی"

۴۔ لاثانی انوار الصلوٰہ (مسائل نماز پر عظیم الشان کتاب)

(ب) مطبوعات مکتبہ ہذا :-

۱۔ سیرت حضور نقش لاثانی (موجودہ فرقہ واریت اور حضور نقش لاثانی کا مذہبی تعامل)

۲۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز ۳۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت

۴۔ مضامین میلاد

(ج) جناب صدیق ضیاء صاحب کی تصانیف :-

۱۔ بدعت کی حقیقت

(د) مطبوعات مکتبہ مجددیہ۔

اللہ تعالی نے اپنے کلام میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے میلاد شریف کا ذکر خیر کیا ہے کیونکہ ان کے میلاد شریف سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ یہ اپنے رب کے خاص بندے ہیں اس کی قدرت کے مظہر ہے اس نے انہیں ایک پیغام دے کر بھیجا ہے یہ اس کی حفاظت میں ہیں جس طرح ان کی آمد کو وقت کی کوئی جبروتی وقہرمانی وفرعونی طاقت روک نہیں سکی ان کے پیغام کو بھی کوئی روک نہیں سکے گا یہ اگر چہ پیدا ہونے کے بعد دوسرے بچوں کی طرح شیر خوار ہوں گے پنگھوڑے میں رہیں گے کسی موقع پر روئیں یا ہنسیں گے پھر بھی ان کے علم دانش میں کوئی کمی نہیں ہوگی یہ دنیا میں کسی اور سے پڑھنے نہیں آئے بلکہ سیکھے سیکھائے اور پڑھے پڑھائے دنیا میں تشریف لائے ہیں چشم بینا کے لیے اگر چہ عام انسان کی پیدائش بھی قدرت کا معجزہ ہے مگر ظاہر ہے اس کے روٹین ہونے کی بنا پر کتنے ہیں جو اس پر غور کرتے ہیں یا اس کا نوٹس لیتے ہیں مگر محبوبان خدا اس عام روش سے ہٹ کر جب کسی خاص ادا کا مظاہرہ کرتے ہیں تو دنیا میں دہائی مچ جاتی ہے مثلا کوئی مختون پیدا ہوتا ہے یا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی طرح رمضان میں پیدا ہو کر دن کے وقت دودھ نہیں پیتا تو یقینا دوسروں کے لیے اچنبھا ہے اور دعوت فکر ہے اگر اس گفتگو کو سامنے رکھیں تو فرمایئے جس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین سید المرسلین اور رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے جس کی انگلی کے اشارے سے چاند کو شق ہونا اور ڈوبے سورج کو لوٹنا تھا جس کے نعرۂ توحید کا دبدبہ ساری دنیا میں پھیلنے والا تھا جس کی رسالت کو دائمی اور ہمہ گیر بنایا تھا اور جو سائنسی دور کا بھی رسول بن کر آیا تھا کی ولادت با سعادت کیسی ہونی چاہیے تھی یقینا اسی طرح ہوتی جو اس کے شایان شان تھی اس نے آتے ہی اپنے رب یکتا کی بارگاہ میں سجدہ کیا اس کے قدم رکھتے ہی عرب کے بتخانوں میں زلزلہ طاری ہو گیا اور عجم کے آتشکدے بجھ گئے۔ اے توحید کی رٹ لگانے والو تمہیں توحید سے اگر خلوص ہو تو ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں بغض و عداوت رکھتے ہو جو توحید کا سب سے بڑا داعی ہے اور جس نے دنیا میں آتے ہی شرک پر کاری ضربیں لگائیں۔